امتحانات سے فارغ طلبہ کے لئے

اسلامک جنرل نالج ورکشاپ

27 مئی تا 20 جولائی 1995ء

قرآن کالج لاہور

میں منعقد ہوگی (ان شاء اللہ)، جس میں مندرجہ ذیل مضامین کی تدریس ہوگی :

1 ۔ نماز و قراءتِ قرآن کی تصحیح 2 ۔ مطالعہ دینی لٹریچر

3 ۔ قرآن حکیم کے منتخب اسباق 4 ۔ عربی گرامر (ابتدائی)

5 ۔ ارکان اسلام اور ان سے متعلق تفصیلات

نوٹ

- اس کورس میں رجسٹریشن کی آخری تاریخ 25 مئی ہے۔
- اوقات تعلیم صبح 8 بجے سے 12 بجے دوپہر ہوں گے۔
- کورس فیس مبلغ 250 روپے ہے، جس میں جملہ کتب کی قیمت شامل ہے۔
- ہاسٹل میں رہائش کی محدود گنجائش ہے۔ خواہش مند طلبہ رجسٹریشن کے وقت ہاسٹل فارم حاصل کریں۔
- ہاسٹل میں 8 ہفتے کے قیام و طعام کا خرچ 1000 روپے ہوگا۔
- مستحق طلباء کے لئے رعایت کی گنجائش ہے۔
- تدریس کا آغاز ان شاء اللہ 27 مئی سے ہو جائے گا۔

المعلن : پرنسپل قرآن کالج لاہور

191۔ اتاترک بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور فون : 5833637

زیر اہتمام : مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

وَمَن یُؤتَ الحِکمَۃَ فَقَد اُوتِیَ خَیرًا کَثِیرًا

(البقرہ: ۲۶۹)

ماہنامہ

حکمتِ قرآن

لاہور

بیادگار: ڈاکٹر محمد رفیع الدین، ایم اے، پی ایچ ڈی، ڈی لٹ، مرحوم

مدیر اعزازی: ڈاکٹر ابصار احمد، ایم اے، ایم فل، پی ایچ ڈی

معاون: حافظ عاکف سعید، ایم اے (فلسفہ)

ادارہ تحریر: پروفیسر حافظ احمد یار، حافظ خالد محمود خضر

جلد ۱۴ — ذوالحجہ ۱۴۱۵ھ مئی ۱۹۹۵ء — شمارہ ۵

— یکے از مطبوعات —

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

۳۶۔ کے۔ ماڈل ٹاؤن۔ لاہور ۱۴۔ فون: ۵۸۶۹۵۰۱

کراچی آفس: ۱۱ داؤد منزل متصل شاہ بکری۔ شاہراہ لیاقت کراچی فون: ۲۱۶۵۸۶

سالانہ زرتعاون -/۶۰ روپے، فی شمارہ -/۶ روپے

مطبع: آفتاب عالم پریس ہسپتال روڈ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ اول

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کا سالانہ اجلاس عام جمعہ ۲۱/ اپریل کو قرآن آڈیٹوریم اتاترک بلاک' نیو گارڈن ٹاؤن لاہور میں منعقد ہوا۔ یہ پروگرام بحمد اللہ تعداد شرکاء کے اعتبار سے بہت بھرپور اور حوصلہ افزا تھا۔ ایجنڈے کے مطابق اس اجلاس عام کے تمام پروگرام بحسن وخوبی انجام پائے۔ اس کی ایک اجمالی رپورٹ زیر نظر شمارے میں شامل کر دی گئی ہے۔ ہماری یہ روایت بھی رہی ہے کہ مرکزی انجمن کے سالانہ اجلاس کے موقع پر انجمن کی سالانہ رپورٹ بھی شرکاء کو ارسال کی جاتی ہے اور وہ "سالانہ رپورٹ" مکمل شکل میں یا اس کے چیدہ چیدہ حصے "حکمت قرآن" میں بھی شائع کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ حسب روایت سالانہ رپورٹ کا ایک بڑا حصہ بھی زیر نظر شمارے میں ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے۔

☆ ☆ ☆ ☆

مرکزی انجمن کے ایک مؤسس رکن اور ہمارے قابل احترام بزرگ چوہدری نصیر احمد وِرک صاحب چند ماہ پیشتر' ۱۱ دسمبر ۹۴ء کو' ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ گو ان کے انتقال کی اطلاع تنظیم اور انجمن کے مرکزی دفاتر میں بروقت پہنچ گئی تھی اور صدر مؤسس نے ہی ان کی نماز جنازہ بھی پڑھائی تاہم بعد میں اندازہ ہوا کہ بہت سے احباب تک ان کی انتقال کی اطلاع نہیں پہنچی۔ اسی کی تلافی کے طور پر' خاصی تاخیر ہونے کے باوجود' اب ان کے وصال کی اطلاع شائع کی جا رہی ہے۔ انجمن کی تاسیس کے وقت سے ہی ورک صاحب مرحوم کا شمار محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے قریبی ساتھیوں میں ہوتا تھا۔ مرحوم نے دوران زندگی اعلیٰ سرکاری عہدوں پر کام کیا اور ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد کچھ عرصے کے لئے مرکزی انجمن کے ناظم اعلیٰ بھی رہے۔ اپنی عمر کے آخری حصے میں مرحوم خرابی صحت کے باعث قریباً صاحب فراش ہو گئے تھے' لیکن "رجوع الی القرآن" کی اس تحریک سے ان کی دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ وہ وصال سے تین ماہ قبل شدید علالت اور کمزوری کے باوجود ۱۶ ستمبر ۹۴ء کے اجلاس انجمن میں شرکت کے لئے باہتمام تشریف لائے۔ اپنے انتقال

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

مطالعہ قرآن حکیم
ڈاکٹر اسرار احمد

سلسلہ تقاریر ”تعارف الکتاب“

الٓمّٓ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد
فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم○

الٓمّٓ○ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَارَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ○ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ○ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ○ (البقرہ : ۱تا۴)

اب سے ایک ہزار چار سو برس قبل رمضان المبارک ہی کے مہینے میں ایک مقدس اور مبارک رات کو پورا قرآن مجید لوحِ محفوظ سے سمائے دنیا پر نازل ہوا اور اسی مبارک مہینے میں قرآن مجید کا نزول نبی اکرم ﷺ پر شروع ہوا۔ آنحضور ﷺ پر قرآن مجید کا یہ نزول لگ بھگ تیئس سالوں میں مکمل ہوا۔ اس دوران میں ہر سال رمضان المبارک ہی میں جس قدر قرآن مجید اُس وقت تک نازل ہو چکا ہوتا تھا' اس کا مذاکرہ آنحضور ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ کرتے تھے' تاآنکہ اپنی حیاتِ طیبہ کے آخری رمضان المبارک میں آنحضور ﷺ نے پورے قرآن مجید کا مذاکرہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ دو مرتبہ کیا۔ اسی طرح گویا قرآن مجید کی ترتیب خود نبی اکرم ﷺ نے معین فرمائی اور آپ ؐ قرآن مجید کو امتِ مسلمہ کو منتقل فرما کر اس دنیا سے تشریف لے گئے۔

آنحضور ﷺ کے عہدِ مبارک میں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں قرآن مجید کی تقسیم صرف سورتوں اور آیات میں تھی۔ اس کے علاوہ صرف ایک لفظ ہمیں اور ملتا ہے اور وہ "اَحزاب" کا یا منزلوں کا ہے۔ اس کو اس طرح گروپ کر دیا گیا کہ وہ سات حصوں میں منقسم ہو گیا۔ تاکہ ایک حصہ یا ایک حزب یا ایک منزل روزانہ تلاوت کر کے ہر ہفتے میں قرآن مجید کی تلاوت مکمل ہو جائے۔ بعد میں جب مسلمانوں کا ایمان اور اسلام کا جوش و خروش قدرے کم ہوا تو ضرورت محسوس ہوئی کہ قرآن مجید کو تیس حصوں میں تقسیم کر دیا جائے تاکہ ہر مسلمان ہر روز ایک پارہ پڑھ کر ہر مہینے میں قرآن مجید کی تلاوت مکمل کر لیا کرے۔ چنانچہ قرآن مجید کے یہ تیس پارے وجود میں آئے۔ اور اس کے ساتھ ہی ہر پارے کو' بلکہ یوں کہنا مناسب ہو گا کہ ہر سورت کو' رکوعوں میں تقسیم کیا گیا اور اس تقسیم سے آج ہم زیادہ واقف ہیں۔

قرآن حکیم کا پہلا پارہ جو "الٓمّٓ" کے نام سے موسوم ہے' سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرہ کی ایک سو اکتالیس (۱۴۱) آیات پر مشتمل ہے۔ سورۃ الفاتحہ جو ہماری نماز کا جزوِ لازم ہے' قرآن حکیم کی اہم ترین سورۃ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے بہت سے نام بھی ہیں' اسے ام القرآن بھی کہا گیا ہے' اساس القرآن بھی کہا گیا ہے' اس لئے کہ یہ قرآن مجید کے فلسفہ و حکمت کے لئے بمنزلۂ اساس ہے۔ اسی طرح اس کا نام الکافیہ اور الشافیہ بھی ہے۔ سورۃ الفاتحہ اس کو اس لئے کہتے ہیں کہ یہ قرآن مجید کی افتتاحی سورۃ ہے۔ یہ سات آیات پر مشتمل ہے اور اس میں درحقیقت فطرتِ انسانی کی ترجمانی کی گئی ہے کہ ایک سلیم الفطرت اور صحیح العقل انسان اس حقیقت تک بھی رسائی حاصل کر لیتا ہے کہ اس کائنات کا ایک خالق ہے' ایک مالک ہے' اور وہی اس کا پروردگار اور پالن ہار ہے۔ جو رحمان بھی ہے اور رحیم بھی ہے۔ پھر اس حقیقت تک بھی اس کی رسائی ہو جاتی ہے کہ انسانی اعمال عبث اور بیکار نہیں ہیں' بلکہ ان کا نتیجہ نکل کر رہے گا اور انسان کو اپنے اعمال کی جزا یا سزا مل کر رہے گی اور اس کا پورا اختیار

اللہ ہی کے ہاتھ میں ہو گا' جو رب العالمین ہے۔ اس کے بعد اس سورۂ مبارکہ کے آخر میں گویا کہ انسانی فطرت کی اس پکار کا ذکر کیا گیا ہے اور اس کو الفاظ کا جامہ پہنایا گیا ہے کہ اس دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لئے انسان ایک متوازن اور معتدل راستے کا محتاج ہے۔ اور یہ معتدل اور متوازن راستہ انسان اپنی عقل سے معیّن نہیں کر سکتا بلکہ اس کے لئے وہ مجبور ہے کہ اللہ ہی سے درخواست کرے کہ وہ اس کے سامنے صراطِ مستقیم کو واضح کرے اور اس پر چلنے کی اسے توفیق عطا فرمائے۔ اس سورۃ الفاتحہ کا گویا کہ جواب ہے پورا قرآن مجید۔

یہی وجہ ہے کہ اگلی سورہ "سورۃ البقرہ" شروع ہوتی ہے انہی الفاظ سے کہ الٓمّٓ ' ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيهِ ' هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ O یہ وہ کتاب ہے جس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں اور یہ ہدایت ہے ان لوگوں کے لئے کہ جن کے دلوں میں خوفِ خدا ہو' جن میں نیکی کا شعور اور احساس موجود ہو' جو بھلائی اور ہدایت کے طالب ہوں۔ ان کے لئے کامل ہدایت نامہ اس قرآن شریف کی صورت میں انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمادیا۔

پہلے پارہ میں سورۃ البقرہ کی ایک سو اکتالیس آیات آئی ہیں۔ یہ سورۂ مبارکہ قرآن مجید کی طویل ترین سورۃ ہے۔ یہ ایک سو اکتالیس آیات سولہ رکوعوں میں منقسم ہیں' جن میں سے پہلے دو رکوع تمہیدی نوعیت کے ہیں' جن میں تین قسم کے انسانوں کا ذکر ہے۔ ایک وہ جو قرآن مجید سے صحیح طور پر مستفیض ہو سکتے ہیں۔ اس استفادے کی شرائط ان لوگوں کے اوصاف کی صورت میں بیان کر دی گئی ہیں۔ دوسرے وہ لوگ جو اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کے باعث یا اپنے تعصب کی بنیاد پر یا تکبر یا حسد کی وجہ سے کفر پر اڑ گئے ہیں اور اب گویا انہوں نے قرآن کریم کی ہدایت سے اپنے آپ کو یکسر محروم کر لیا ہے۔ اور ان دونوں کے مابین ایک تیسرا گروہ ہے جنہیں ہم منافقین کے نام سے جانتے ہیں --- جو مدعی تو ایمان کے ہوتے ہیں لیکن جن کے

دلوں میں ایک روگ ہوتا ہے۔ فِی قُلُوبِهِم مَّرَضٌ ' فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا '
(آیت : ۱۰) اور یہ روگ جو ہے ان کو ایمان کی طرف یکسو نہیں ہونے دیتا۔

اس کے بعد دوسرے رکوع میں گویا قرآن مجید اپنی دعوت کا خلاصہ پیش کرتا ہے۔ اس کی اہم ترین آیت ہے :

يَاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۞ (البقرہ : ۲۱)

اے انسانو! اے بنی آدم! اپنے اس رب کی بندگی اور پرستش اور اطاعت اور غلامی اختیار کرو، جس نے تمہیں پیدا فرمایا! اور تم سے پہلے جتنے انسان ہو گزرے 'ان سب کو پیدا کیا۔

اس کے بعد پھر انتہائی دلنشیں پیرائے میں سولھویں رکوع میں یہود کو دعوت دی گئی کہ ایمان لاؤ محمدؐ رسول اللہ ﷺ پر اور اتباع کرو اسی دینِ ابراہیمی کا اُسی ملتِ ابراہیمی کا جس پر خود نبی ﷺ کاربند ہیں اور جس کی طرف اب تمہیں دعوت دے رہے ہیں۔ یہ دعوت ختم ہوتی ہے بڑے ہی بلیغ پیرائے میں کہ اے اہل کتاب! اے بنی اسرائیل! ہمارے اور تمہارے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام توحید پر کاربند تھے۔ اسی توحید کی دعوت اور اسی کی وصیت انہوں نے اپنی نسل کو کی تھی اور اسی دعوت کو محمد رسولِ عربی ﷺ آج تمہارے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ اب اگر تم اس سے روگردانی کرو گے تو یہ بات کہ تم ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہو اور جلیل القدر انبیاء تمہاری نسل سے پیدا ہوئے ہیں 'اللہ کے عذاب سے تمہیں بچا نہ سکے گی' بلکہ اب اللہ کے عذاب سے بچنے کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ محمدؐ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لاؤ۔

متنِ قرآن مجید کی حفاظت کے لئے مسلمانوں کی کاوشیں

ڈاکٹر حافظ محمود اختر

قرآن مجید کے متن کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لے رکھا ہے۔ دنیا کی کسی اور کتاب کے بارے میں اس طرح کی ضمانت اور تحفظ موجود نہیں ہے اور نہ ہی کسی اور کتاب نے اس طرح کا دعویٰ کیا ہے کہ وہ ہر طرح سے محفوظ ہے۔ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیاتِ مبارکہ سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ قرآن مجید کی حفاظت اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے :

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُونَ (الحجر : ۹)

"بے شک ہم نے ہی یہ ذکر نازل کیا اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں"۔

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ (حم السجدہ : ۴۲)

"باطل اس کے آگے یا پیچھے سے اس میں داخل نہیں ہو سکتا"۔

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلٰى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ (النحل : ۲)

"اللہ تعالیٰ ملائکہ کو جبریل کے ساتھ وحی دے کر نازل فرماتے ہیں اپنے بندوں میں جس پر چاہیں"۔

وَبِالْحَقِّ أَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ (بنی اسرائیل : ۱۰۵)

"اس کتاب کو ہم نے حق کے ساتھ نازل کیا اور حق کے ساتھ ہی یہ نازل ہوا"۔

إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ○ فَإِذَا قَرَأْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ○
(القیامہ : ۱۷، ۱۸)

"اس کا جمع کرنا اور پڑھوانا ہمارے ذمہ ہے۔ جب ہم وحی پڑھا کریں تو آپ اسے سنا کریں، پھر آپ اسی طرح اسے پڑھا کریں"۔

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِىْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ
(العنکبوت : ۴۹)

"بلکہ یہ روشن آیتیں ہیں' جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے ان کے سینوں میں (محفوظ)"۔

كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝ فِىْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝ بِاَيْدِىْ سَفَرَةٍ ۝ كِرَامٍۢ بَرَرَةٍ ۝
(عبس : ۱۱-۱۶)

"دیکھو یہ قرآن نصیحت ہے۔ پس جو چاہے اسے یاد رکھے۔ قابل ادب اوراق میں لکھا ہوا ہے' جو بلند مقام پر رکھے ہوئے اور پاک ہیں۔ ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں جو سردار اور نیکو کار ہیں"۔

اِن آیات کے علاوہ محولہ ذیل آیات بھی اسی موضوع سے متعلق ہیں : الطور : ۱-۳' الواقعہ : ۷۷-۷۹' البینہ : ۲'۳' البروج : ۲۱'۲۲' الفرقان : ۵

یہ وہ آیات ہیں جن سے واضح ہو رہا ہے کہ قرآن مجید کے محفوظ رکھنے کے اشارات خود قرآن میں موجود ہیں۔

کتابتِ وحی کا اہتمام

قرآن مجید کو "کتاب" کے نام سے یاد کیا گیا ہے جو اس کے لکھے ہوئے ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اس ضمانت کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابتِ وحی میں خصوصی اہتمام فرمایا۔ کتابت وحی کے سلسلے میں آپ ؐ کے اہتمامِ خاص کی وضاحت مندرجہ ذیل روایات سے ہو جاتی ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

كنتُ اكتب الوحى لرسول الله صلى الله عليه وسلم وكان اذا نزل عليه الوحى اخذته برجاء شديدة عرقا مثل الجمان ثم سرى عنه' فكنت ادخل عليه بقطعةِ الكتف او كسوة فاكتب وهو يملى علىّ فما افرغ حتى تكاد رجلى تنكسر من نقل القرآن حتى اقول لا امشى على رجلى ابدًا فاذا فرغتُ قال اقرأنا فاقره فان

کان فیہ سقط اقامہ ثم اخرج بہ الی الناس[1]

"میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وحی کی کتابت کرتا تھا' جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو آپ کو سخت گرمی لگنے لگتی اور آپ کے جسم اطہر پر پسینہ کے قطرے موتیوں کی طرح ڈھلکنے لگتے۔ پھر آپ سے یہ کیفیت ختم ہو جاتی تو میں (اونٹ کے) شانے کی کوئی ہڈی یا کسی اور چیز کا ٹکڑا لے کر خدمت میں حاضر ہوتا۔ آپ لکھواتے جاتے اور میں لکھتا جاتا۔ یہاں تک کہ جب میں لکھ کر فارغ ہو جاتا تو قرآن کو نقل کرنے کے بوجھ سے مجھے ایسا محسوس ہوتا جیسے میری ٹانگ ٹوٹنے والی ہے اور میں کبھی چل نہیں سکوں گا۔ جب میں فارغ ہو جاتا تو آپ فرماتے "پڑھو" میں پڑھ کر سناتا۔ اگر اس میں کوئی فروگزاشت ہوتی تو آپ اس کی اصلاح فرما دیتے۔ پھر اسے لوگوں کے لئے لے آیا جاتا"۔

حضرت براء بن عازبؓ سے بھی ایک روایت مروی ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نزول وحی کے فوراً بعد کتابتِ وحی کا اہتمام فرماتے۔

عن البراء ﷺ قال لما نزلت ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ﴾ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ادع لی زیدًا ولیجیٔ باللوح والدواۃ والکتف اوالکتف والدواۃ ثم قال اکتب ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ...﴾[2]

"حضرت براء بن عازب ﷺ سے روایت ہے' کہتے ہیں : جب آیت لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ (النساء) نازل ہوئی تو نبی کریمؐ نے مجھے فرمایا : ذرا زید بن ثابت کو بلائیں اور ان سے کہیں کہ تختی' دوات اور شانے کی ہڈی لے کر آئیں۔ یا فرمایا : ہڈی اور دوات لے کر آئیں۔ آپ نے فرمایا لکھئے : لایستوی القاعدون---

نورالدین الہیثمی نے مجمع الزوائد میں اس سلسلے میں روایت بیان کی ہے :

قال عثمان ﷺ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مما علیہ الزمان وھو ینزل علیہ السور ذوات العدد فکان اذا نزل علیہ الشیئ دعا بعض من کان

یکتب فیقول ضعوا ھؤلاء الایات فی سورۃ التی یذکر فیھا کذا و کذا فاذا نزل علیہ الایۃ فیقول ضعوا ھذہ الایۃ فی سورۃ یذکر فیھا ۳

"حضرت عثمان ﷺ سے روایت ہے' حضور اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ جب کبھی ایک یا ایک سے زائد سورتیں نازل ہوتیں تو آپ ؐ کسی کاتب کو طلب فرماتے اور حکم دیتے کہ یہ آیات فلاں سورت میں شامل کر دیں۔ اسی طرح جب کوئی آیت نازل ہوتی تو اس کے بارے میں بھی آپ ؐ فرماتے کہ اسے فلاں سورت میں شامل کر دیں"۔

یہ روایت بھی موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر آیات "وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ" اور سورۃ النحل کی آیت نمبر ۹۰ نازل ہوئیں تو جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ ان آیات کو فلاں فلاں مقام پر رکھا جائے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے کاتبِ وحی کو ان کا مقام بتایا اور انہوں نے اسی طرح لکھ لیا۔ ۴

اس اہتمامِ کتابت وحی کے ساتھ ساتھ حفاظتِ متن قرآن مجید کے حوالے سے یہ روایت بنیادی اہمیت کی حامل ہے کہ حضور اکرم ﷺ ہر رمضان المبارک میں جبریلؑ کے ساتھ قرآن مجید کا دَور فرمایا کرتے تھے اور اپنی زندگی کے آخری سال آپ ؐ نے یہ دور دو مرتبہ فرمایا۔

عن ابی ھریرۃ قال کان یعرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم القرآن کل عام مرۃ فعرض علیہ مرتین فی العام الذی قبض ۵

"حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر سال جبریلؑ سے قرآن مجید کا دور فرمایا کرتے تھے۔ جس سال آپ ؐ کی وفات ہوئی اس سال آپ ؐ نے دو مرتبہ دور فرمایا"۔

حضور اکرم ﷺ کتابتِ وحی کا اہتمام کس طرح فرماتے تھے' اس کا اندازہ ہم ان ہدایات سے کر سکتے ہیں جو انہوں نے کاتبِ وحی حضرت معاویہؓ کو دیں۔ آپ ؐ نے فرمایا :

الق الدواۃ وحرّف القلم وانصب الباء وفرق السین ولا تعور المیم وحسن اللہ ومد الرحمٰن وجود الرحیم

وضع قلمک علٰی اذنک الیسرٰی فانہ اذکر لک۔ ك
"دوات میں سیاہی اچھی طرح گھول لیں۔ قلم درست طریقے سے پکڑیں۔ باء کو سیدھا رکھیں۔ سین کے دندانوں میں فرق کریں۔ میم کو خراب نہ کریں۔ لفظ اللہ خوبصورت کر کے لکھیں۔ قلم اپنے بائیں کان پر رکھیں' اس سے تمہیں بات یاد رہے گی"۔

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں :

کنا نؤلف القرآن من الرقاع
"ہم قرآن مجید کو مختلف پرچوں سے نقل کیا کرتے تھے"۔

اس بیان کی وضاحت امام بیہقی یوں بیان فرماتے ہیں :

المراد بالتالیف ما نزل من الایت المفردۃ فی سورھا وجمعھا۔

یعنی جن سورتوں کی جو جو آیات اس وقت تک نازل ہو چکی ہوتیں ہم انہیں ان ان مقامات پر ترتیب دے کر لکھا کرتے تھے جہاں جہاں انہیں ہونا چاہئے تھا۔ گویا جو جو اضافے قرآن مجید کے متن میں ہوتے جاتے تھے ہم انہیں جوڑتے جاتے تھے۔

اس طرح صحابہ کرامؓ کے پاس لاتعداد نسخہ ہائے قرآن تحریری شکل میں موجود ہو گئے تھے۔

حضور اکرم ﷺ کی محفل اور صحابہ کرامؓ کے حضور اکرمؐ کے ساتھ تعلق کا نقشہ اگر ذہن میں رکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ ہر وقت آپؐ کی مجلس میں موجود رہتے۔ کاتبین وحی کی ایک اچھی خاصی تعداد پیدا ہو چکی تھی۔ مختلف محققین نے ان حضرات کی تعداد کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ تعداد چالیس کے قریب پہنچتی ہے۔ ان سب میں سے زیادہ اہم اور باقاعدہ متعین شدہ کاتب حضرت زید بن ثابتؓ تھے۔ ۸

اس بات کے شواہد موجود ہیں کہ لاتعداد صحابہ کرامؓ کے پاس نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں بہت سے نسخہ ہائے قرآن مجید موجود تھے۔ امام حاکم اپنی کتاب مستدرک میں بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید کی جمع و تدوین کا کام تین مرتبہ ہوا[۹] (ہر دفعہ ایک مخصوص انداز اور

مقصد سے کام ہوا) ایک مرتبہ نبی کریمؐ کے سامنے' دوسری مرتبہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور میں اور تیسری مرتبہ حضرت عثمانؓ کے عہد میں۔ نبی کریمؐ کے عہد میں نازل شدہ آیات کو محض توقیفی ترتیب سے الگ الگ اشیاء پر لکھ لیا جاتا تھا۔ اس وقت اسے ایک مصحف میں اس لئے مرتب نہیں کیا گیا کہ قرآن ابھی نازل ہو رہا تھا۔ اس طرح ناسخ و منسوخ کا عمل بھی جاری تھا۔[۱۰] جب اس کام کی تکمیل ہو گئی تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے صحابہ کرامؓ کو شامل کرکے اس کو بین الدَّفَّتَین جمع کر دیا۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے ایک روایت مسلم شریف وغیرہ میں مروی ہے کہ عہد نبوی میں قرآن جمع نہیں کیا گیا تھا' اس کا معنی یہی ہے کہ یہ بین الدفتین جمع نہ تھا۔ اس سلسلے میں علامہ سیوطی فرماتے ہیں :

> وقد کان القرآن کتب کلہ فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکن غیر مجموع فی موضع واحد ولامرتب السور[۱۱]
>
> "قرآن مجید مکمل طور پر عہد نبوی میں لکھا جا چکا تھا البتہ ایک جگہ جمع (بین الدفتین) نہیں کیا گیا اور نہ ہی سورتوں کی ترتیب تھی"۔

امام بغوی شرح السنہ میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر جب قرآن (کا کوئی حصہ) نازل ہوتا تو آپؐ صحابہ کرامؓ کے سامنے پیش کرتے اور اسی ترتیب کے مطابق اس کی تعلیم دیتے جس ترتیب کے مطابق اس وقت ہمارے مصاحف موجود ہیں۔[۱۲]

مختلف لوگوں نے ان صحابہ کرام کے نام گنوائے ہیں کہ جنہوں نے عہدِ نبوی میں قرآن مجید جمع کر لیا ہوا تھا[۱۳]۔ بعض روایات سے جو یہ تاثر ملتا ہے کہ قرآن مجید عہد نبوی میں صرف چار صحابہ نے جمع کیا تھا' درست نہیں۔ چار صحابہؓ کا نام ایک مخصوص تناظر میں ہے۔ ان حضرات کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ علامہ ذہبی طبقات القراء میں لکھتے ہیں :

> ان الذین جمعوا القران علٰی عہدِ النبی ﷺ لا یحصیہم عدد ولایضبطہم احد[۱۴]
>
> "بے شک وہ لوگ جنہوں نے قرآن مجید عہد نبوی میں جمع کر لیا تھا ان کا شمار نہیں ہے اور نہ ہی ان کے نام کوئی ضبط تحریر میں لایا ہے"۔

(جاری ہے)

حواشی

۱۔ الہیثمی، نور الدین، مجمع الزوائد، جلد اول، صفحہ ۱۵۲
۲۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، جلد ششم، صفحہ ۲۷۷۔ باب جمع القرآن
۳۔ الہیثمی، مجمع الزوائد، جلد اول، صفحہ ۱۵۲
۴۔ سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، جلد اول، صفحہ ۵۹
۵۔ بخاری، الجامع الصحیح، جلد ششم، صفحہ ۲۲۹، باب فضائل القرآن
۶۔ الزرقانی، محمد عبدالعظیم، مناہل العرفان، جلد اول، صفحہ ۲۷۰
۷۔ سیوطی، الاتقان، صفحہ ۵۹
۸۔ ابن الندیم، الفہرست، صفحہ ٦٦، ابن قیم، زاد المعاد، جلد اول، صفحہ ۳۰
۹۔ سیوطی، الاتقان، جلد اول، صفحہ ۵۹
۱۰۔ الزرکلی، البرہان، جلد اول، صفحہ ۲۶۲
۱۱۔ ذہبی، شمس الدین، طبقات القراء، جلد ۵
۱۲۔ سیوطی، الاتقان، جلد اول، صفحہ ٦۰
۱۳۔ ابن سعد، حافظ، الطبقات الکبریٰ، قسم ثانی، جلد دوم، صفحہ ۱۱۲
۱۴۔ عینی، بدرالدین، عمدۃ القاری، جلد دھم، صفحہ ۲۸

بقیہ : حرف اول

سے محض ایک ہفتہ قبل بھی وہ قرآن اکیڈمی میں تشریف لائے تھے۔ ورک صاحب مرحوم کا ذکر آیا تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک پرانا قرض اور چکا دیا جائے۔ مرکزی انجمن کی ایک مستقل رکن محترمہ مس ممتاز ملک صاحبہ بھی گزشتہ سال جنوری ۹۴ء میں اس جہان فانی سے کوچ کر گئیں۔ مرحومہ ۷۸ء میں مرکزی انجمن سے وابستہ ہوئی تھیں اور زندگی کے آخری سانس تک مرکزی انجمن کے ساتھ ان کی گہری جذباتی وابستگی برقرار رہی۔ مرحومہ کئی مختلف طریقوں سے انجمن کی مالی معاونت کرتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں مرحومین کی مغفرت فرمائے اور انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ اللھم اغفرلھما وارحمھما وادخلھما فی رحمتک وحاسبھما حسابا یسیرا (آمین)

قرآن کریم سے اقبال کی محبت

تنویر قیصر شاہد

مکاتیبِ اقبال مفاہیم و مطالب کے نقطۂ نظر سے کلام اقبال اور فکر اقبال کی سب سے زیادہ معتبر اور مستند تفسیر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حضرت علامہ اقبال کے خطوط ان کی مستقل اور باقاعدہ تصنیف کی حیثیت تو نہیں رکھتے لیکن وہ ان کے خیالات، شعر و فلسفہ و افکار کے اظہار اور شرح و وضاحت میں ان کی شعری اور نثری تصانیف سے کم اہم نہیں ہیں۔ اور اس اعتبار سے تو مکاتیب کی اہمیت مستقل تصانیف سے بھی بڑھ جاتی ہے کہ وہ اقبال کی شخصی زندگی، ان کے گوناگوں رجحانات اور نفسیاتی کیفیتوں کے ترجمان ہیں۔ اگر یہ کہا جائے تو شاید بے جا نہ ہو کہ اقبال کے خطوط، جو انہوں نے زندگی کے مختلف مواقع پر برصغیر پاک و ہند اور یورپ کی مختلف شخصیات کو لکھے، ان کی سیرت و شخصیت اور فکر و فلسفے کا انتہائی گرانقدر اور دل آویز مرقع ہے۔

علامہ محمد اقبال، خدا ان کی قبر کو نور سے بھر دے، کو قرآن حکیم سے گہرا شغف تھا۔ قرآن سے محبت کے مختلف مظاہر ان کے خطوط میں ہمیں جا بجا ملتے ہیں۔ ان کے قریبی احباب بھی گواہی دیتے ہیں کہ وہ دل و جان کی پوری توجہ اور مرکزیت سے قرآن کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ ان کے ایک دوست غلام بھیک نیرنگ لکھتے ہیں: "ایک مرتبہ میں لاہور گیا۔ ٹرین ایسے وقت لاہور پہنچی کہ اقبال کے مکان پر پہنچنے کے بعد صبح کی نماز کا وقت تھا۔ میں اوپر پہنچا تو ایک کمرے سے تلاوتِ کلام اللہ کی بلند مگر نہایت شیریں اور درد انگیز آواز میرے کانوں میں آئی۔ میں سمجھ گیا کہ یہ کس کی آواز ہے۔ میں نے فوراً جلدی جلدی وضو کیا اور نماز پڑھنے کے لئے اس کمرے میں گیا۔ دیکھا کہ اقبال مصلّے پر بیٹھے قرآن حکیم پڑھ رہے ہیں۔ مجھ کو دیکھ کر انہوں نے مصلیٰ خالی کر دیا اور خود پاس کے کمرے میں چلے گئے۔ میں نے اسی مصلیٰ پر نماز پڑھی تو نماز میں خاص کیفیت محسوس کی اور میں نے اپنے دل میں اس وقت یہ کہا کہ یہ کیفیت وہ شخص یہاں چھوڑ

گیا ہے جو ابھی ابھی یہاں بیٹھا کلام اللہ پڑھ رہا تھا۔ یہ بات میرے علم میں تھی کہ اقبال صبح کی نماز بہت سویرے پڑھ کر تلاوت کیا کرتے ہیں مگر نمونہ اس روز دیکھا۔"

سندھ کے معروف دانشور ڈاکٹر غلام مصطفیٰ کا کہنا ہے کہ اقبال کی شاعری دراصل قرآن کریم کی تفسیر ہے۔ ان کی مشہور عالم مثنوی "اسرارِ خودی" اقبال کے قرآن پاک کے گہرے مطالعہ کا ایک بیّن ثبوت ہے۔ غلام بھیک نیرنگ کو مثنوی کی اشاعت سے پہلے ایک خط میں لکھا: "میں نے اس مرتبہ قرآن مجید کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ خیالات قائم کئے ہیں"۔

لاریب اقبال کو جو نورِ معرفت، عظیم الشان بصیرت اور بے نظیر شاعرانہ عظمت ملی، وہ قرآن ہی کا مرہونِ منت ہے۔ ان کی مشہور عالم تصنیف (تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ) جو دراصل ان کے انگریزی کے سات خطبات پر مشتمل ہے، ان کے اس عظیم الشان اور رفیع المرتبت فکر کی آئینہ دار ہے جو انہوں نے قرآن پاک سے حاصل کیا۔ عینی شاہدوں کا بیان ہے کہ قرآن پاک کی تلاوت کے دوران ان کی آنکھوں سے آنسو رواں دواں رہتے تھے۔ سید نذیر نیازی جو ان کی جلوت و خلوت کے رازدار تھے، کا کہنا ہے کہ میں نے بارہا دیکھا کہ اقبال تلاوتِ کلام پاک میں محو ہیں اور ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی جاری ہے۔ ان کے آنسوؤں سے قرآن کے صفحے بھیگ جاتے تھے۔

اقبال کی بے نظیر فکر، جس نے پورے عالم انسانیت کو متاثر کیا، کا سرچشمہ دراصل قرآن ہی ہے۔ قرآن ہی ان کا غم خوار اور دم ساز تھا اور وہ اس کے مطالعے سے کبھی غفلت نہ برتتے تھے۔ سر سید کے صاحبزادے سید راس مسعود کو لکھتے ہیں :...... "اور اس طرح میرے لئے ممکن ہو سکتا تھا کہ میں قرآن کریم پر عہد حاضر کے افکار کی روشنی میں اپنے وہ نوٹ تیار کر لیتا جو عرصہ سے میرے زیر غور ہیں۔ لیکن اب تو نہ معلوم کیوں ایسا محسوس کرتا ہوں کہ میرا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے گا۔ اگر مجھے حیاتِ مستعار کی بقیہ گھڑیاں وقف کر دینے کا سامان میسر آئے تو میں سمجھتا ہوں کہ قرآن کریم کے ان نوٹوں (notes) سے بہتر میں کوئی پیشکش مسلمانانِ عالم کو نہیں کر سکتا۔"

ایک اور جگہ راس مسعود کو ایک خط میں قرآن سے محبت کا اظہار اقبال نے یوں کیا : ......"چراغِ سحری ہوں، بجھا چاہتا ہوں، تمنا ہے کہ مرنے سے پہلے قرآن کریم سے متعلق اپنے

افکار قلمبند کر جاؤں۔ جو تھوڑی سی ہمت و طاقت ابھی مجھ میں باقی ہے اسے اسی خدمت کے لئے وقف کر دینا چاہتا ہوں تاکہ قیامت کے دن آپ کے جدِ امجد (نبی کریم ﷺ) کی زیارت مجھے اس اطمینانِ خاطر کے ساتھ میسر ہو کہ اس عظیم الشان دین کی جو حضور ﷺ نے ہم تک پہنچایا کوئی خدمت بجا لا سکا"۔

مرزا جلال الدین رقمطراز ہیں :..... "مطالبِ قرآنی پر اقبال کی نظر ہمیشہ رہتی۔ کلام پاک کو پڑھتے تو ایک ایک لفظ پر غور کرتے بلکہ نماز کے دوران جب وہ با آواز بلند قرآن پڑھتے تو آیاتِ قرآنی پر بھی ساتھ ساتھ غور و فکر کرتے اور ان سے متأثر ہو کر رو پڑتے۔ ڈاکٹر صاحب کی آواز میں ایک خاص کشش تھی۔ جب وہ قرآن پاک پڑھتے تو سننے والے کا دل پگھل جاتا"۔

اقبال کے منثور اور منظوم کلام کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا جائے تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ آپ نے کوئی بات قرآن و سنت سے ہٹ کر نہیں کہی۔ ان کی تعلیمات کا منبع اور سرچشمہ قرآن اور اسوۂ حسنہ ہے۔ جن لوگوں کے عقائد و عمل کا ماخذ کتاب و سنت تھا اقبال ان کے سامنے جھکنے کو تیار رہتے تھے۔ وہ اس کردار کے حامل لوگوں کی صحبت کے ایک ایک لحظہ کو دنیا کی تمام عزت و آبرو پر ترجیح دیتے تھے۔

سید وحید الدین فقیر بیان کرتے ہیں : "ڈاکٹر صاحب علامہ اقبال اپنی میکلوڈ روڈ والی کوٹھی میں قیام فرماتھے۔ اس زمانے میں ڈاکٹر صاحب کی قیام گاہ پر ایک نئے ملاقاتی آئے۔ ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ اتنے میں انہوں نے ڈاکٹر صاحب سے ایک سوال کر دیا اور کہنے لگے..... "آپ نے مذہب' اقتصادیات' فلسفہ اور عمرانیات کے علوم پر جو کتابیں پڑھی ہیں ان میں سب سے زیادہ بلند پایہ اور حکیمانہ کتاب آپ کی نظر سے کون سی گزری ہے؟"۔ ڈاکٹر صاحب اس سوال کے جواب میں کرسی سے اٹھے اور نووارد ملاقاتی کی طرف ہاتھ کا اشارہ کیا کہ تم ٹھہرو' میں ابھی آتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ اندر چلے گئے۔ دو تین منٹ بعد واپس آئے تو ان کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی۔ اس کتاب کو اقبال نے اس شخص کے ہاتھوں پر رکھتے ہوئے فرمایا: "قرآن کریم"۔

اقبال کی عالمانہ مجلسوں کے فیض یافتہ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم جو خود بھی بلند پایہ فلسفی تھے اور جنہوں نے "فکرِ اقبال" ایسی معرکہ آرا کتاب لکھی' کا کہنا ہے :"اقبال کا قول قرآن کریم

کے قائم کئے ہوئے نظامِ حیات کی تفسیر اور رسول کریم ﷺ کے ارشادات کی والہانہ ترجمانی ہے"۔

معروف شارحِ اقبال 'پروفیسر یوسف سلیم چشتی نے ایک بار ریڈیو پر تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ جس شخص نے قرآن کریم کو پڑھا اور سمجھا نہیں وہ کلام اقبال کا مفہوم پانے کی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکتا اور اس کا سبب یہ ہے کہ کلام اقبال کا ماخذ و منبع اور محور قرآن کریم ہے۔ اس لئے پہلے قرآن کو پڑھئے 'پھر حضرت علامہ اقبال کے کلام سے لطف اور فیض حاصل کیجئے۔

خدا کے آخری رسول ﷺ پر اترنے والی آخری آسمانی کتاب کا ہر حرف اقبال کے لئے قطعی حکم کا درجہ رکھتا تھا اور ہر عملی مسلمان کی طرح انہیں اس پر حق الیقین تھا۔ ایک واقعہ سنئے۔ اقبال کی بہنوں کی متاہلانہ زندگیاں پریشانیوں ہی میں گزریں۔ ان کی سب سے بڑی بہن فاطمہ بی کے اپنے شوہر سے اچھے تعلقات نہیں تھے۔ اس سے چھوٹی بہن طالع بی جواں عمری ہی میں وفات پا گئیں۔ چھوٹی بہن کریم بی اپنے شوہر کی دوسری شادی کے باعث عرصہ تک اپنے بھائیوں کے پاس رہیں۔ سب سے چھوٹی بہن زینب بی کی شادی وزیر آباد میں ہوئی تھی لیکن غالباً اولاد نہ ہونے کے باعث ان کی خوش دامن نے انہیں سسرال میں خوشی اور امن سے نہ رہنے دیا اور وہ مجبوراً میکے چلی آئیں۔ کئی سال وہیں رہیں۔ اس دوران ان کی ساس نے بیٹے کی شادی کسی دوسری جگہ کر دی اور بعد میں اپنی اس دوسری بہو پر بھی ایک سوتن لے آئیں۔ اقبال کے بہنوئی ایک سعادت مند بیٹے کی طرح زندگی بھر اپنی والدہ کے احکام کی تعمیل کرتے رہے لیکن ماں کی وفات کے بعد انہوں نے اپنی پہلی بیوی یعنی اقبال کی ہمشیرہ کو بسانا چاہا۔ مصالحت کی کوششیں ہونے لگیں۔ اقبال کے والدین بالآخر رضامند ہو گئے۔ لہٰذا اقبال کے بہنوئی ان کی رضامندی کا سہارا پا کر کچھ عزیزوں کو ساتھ لے کر زینب بی کو لے جانے کے لئے اپنے سسرال سیالکوٹ آئے۔ اتفاق سے اس دن جس روز اقبال کے بہنوئی زینب بی کو لے جانے کے لئے سیالکوٹ آئے اقبال لاہور سے سیالکوٹ آئے ہوئے تھے۔ انہیں جب معلوم ہوا کہ بہنوئی مصالحت کی غرض سے آئے ہوئے ہیں تو وہ بہت برہم ہوئے۔ والد نے بہت سمجھایا لیکن اقبال یہی کہتے رہے کہ مصالحت ہرگز نہیں ہوگی 'آنے والوں کو واپس کر دیا جائے۔ والد

نے جب دیکھا کہ وہ کسی طرح رضامند نہیں ہوتے تو انہوں نے اپنے مخصوص نرم لہجہ میں کہا کہ اللہ تعالٰی نے قرآن کریم میں "وَالصُّلۡحُ خَيۡرٌ" کہا ہے۔ اتنا سننا تھا کہ اقبال خاموش ہو گئے' چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا' جیسے کسی نے سلگتی آگ پر برف کی سِل رکھ دی ہو۔ تھوڑی دیر بعد والد نے پوچھا کہ پھر کیا فیصلہ کیا جائے؟ اقبال نے کہا "وہی جو قرآن کہتا ہے" چنانچہ مصالحت ہو گئی۔

اقبال دلی طور پر تمنا رکھتے تھے کہ معاشرے میں قرآنی تعلیمات کا دور دورہ ہو اور لوگ سنتِ رسول ﷺ کا بھی اتباع کریں۔ وہ شکوہ کناں تھے کہ امتِ محمدیہؐ نے قرآن کو غلاف میں بند کر بلند جگہ پر رکھ دیا ہے اور امت مسلمہ روایات میں کھو کر رہ گئی ہے۔ ان کا دل خون کے آنسو روتا تھا کہ مسلمان قرآن سے دور ہو گئے ہیں۔ مسلمانوں پر جو آفات' خواہ ان کا تعلق ارضی ہو یا سماوی' پڑ رہی ہیں' اقبال کا کہنا ہے کہ یہ اس وجہ سے ہے کہ مسلمان نے قرآن کو بند کر دیا ہے۔ وہ اپنے قول و فعل سے ثابت کرنا چاہتے تھے کہ قرآن ہی مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کو واپس لانے کا موجب بن سکتا ہے۔ ۱۹۳۱ء میں دوسری گول میز کانفرنس ہوئی۔ اقبال نے بھی اس میں شرکت فرمائی۔ انگلستان روانگی سے قبل اخباری نمائندوں نے آپ سے سوالات کئے۔ "ہندوستان ٹائمز" کے نمائندہ نے آپ سے دریافت کیا "آپ اس کانفرنس میں کیا خاص بات لے کر شامل ہو رہے ہیں"۔ علامہ اقبال نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا "میرے پاس کچھ نہیں ہے لیکن قرآن ہے' میں اسی کو پیش کروں گا"۔

(بشکریہ : روزنامہ نوائے وقت)

مطالعہ قرآن حکیم کے منتخب نصاب
کے دروس اب بزبان انگریزی بھی دستیاب ہیں
جولائی 94ء میں نیو جرسی (امریکہ) میں منعقدہ قرآنی کیمپ میں
ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے یہ دروس ریکارڈ کروائے تھے
مکمل سیٹ 32 ویڈیو کیسٹوں پر مشتمل ہے
------- برائے رابطہ -------
مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
36-کے' ماڈل ٹاؤن لاہور' فون : 2-5869501

ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم

خودی اور علومِ مروّجہ

خودی اور فلسفۂ تاریخ

تمام انسانی فعلیتیں خودی کے عمل کی قوتِ محرکہ کے مظاہر ہیں اور تاریخ کا عمل نوعِ انسانی کی ایک مسلسل فعلیت ہے۔ لہٰذا وہ بھی انسانی اعمال کی قوتِ محرکہ کا ایک مظہر ہے اور وہ اپنی اسی حیثیت سے صحیح طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔ اُوپر ہم دیکھ چکے ہیں کہ انسانی اعمال کی قوتِ محرکہ خدا کی محبت ہے جو اگر بھٹکی ہوئی ہو تو کسی غلط نصب العین کی محبت کی صورت اختیار کرتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تاریخ کے سارے واقعات جن سے افراد کی زندگیاں اور انسانی قبیلوں، گروہوں، قوموں، بادشاہتوں، سلطنتوں اور ریاستوں کی سیاسی، قانونی، اخلاقی، تعلیمی، علمی، فنی اور جنگی سرگرمیاں اور قوموں اور تہذیبوں کے عروج و زوال کی داستانیں تشکیل پاتی ہیں، خدا کی صحیح یا غلط جستجو کے مظاہر ہیں، جو کبھی سچے خدا کی جستجو کے ضمن میں رونما ہوتے ہیں اور کبھی خدا کے کسی قائم مقام غلط نصب العین کی محبت کی تشفی کے سلسلہ میں ظہور پاتے ہیں۔ ہر ریاست اور ہر تہذیب کسی نصب العین پر مبنی ہوتی ہے۔ اگر وہ کسی غلط نصب العین پر مبنی ہوگی تو انسان کے جذبۂ محبت کو مستقل اور مکمل طور پر مطمئن نہیں کر سکے گی اور لہٰذا ناپائیدار ہوگی لیکن اگر وہ صحیح نصب العین یعنی خدا کے نصب العین پر مبنی ہوگی تو پھر وہ جس حد تک اس پر مبنی ہوگی مستقل اور پائیدار ہوگی۔ یہ حقیقت ایک صحیح، معقول اور مُدلّل فلسفۂ تاریخ کے مرکزی تصور کا درجہ رکھتی ہے۔ تاریخ کا کوئی فلسفہ جو اس حقیقت کو نظر انداز کرتا ہو صحیح اور معقول اور مدلّل نہیں ہو سکتا لیکن افسوس ہے کہ تاریخ کے جو فلسفے آج تک مغرب میں لکھے گئے ہیں ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس میں اس حقیقت کو مدِ نظر رکھا گیا ہو۔ اور لہٰذا ان میں سے کوئی بھی صحت اور معقولیت کے معیاروں پر پورا نہیں اُترتا۔ ان فلسفوں میں سب سے زیادہ مشہور شپینگلر، ٹائنبی، سوروکن، ڈینی لیوسکی اور کروبر کے فلسفے ہیں۔ اس عنوان کے ماتحت مفصل بحث پہلے گزر چکی ہے۔

خودی اور فلسفۂ اخلاق (Ethics)

انسان کے اخلاقی افعال بھی خودی کے عمل کی قوتِ محرکہ یعنی خدا کی محبت کے مظاہر ہیں جب خدا کی محبت کا فطری جذبہ بھٹک کر ایک غلط نصب العین کا راستہ اختیار کر لیتا ہے تو انسان کے اخلاقی افعال بھی بھٹک کر اِس نصب العین کی مطابقت کرتے ہوئے اُسی غلط راستہ پر پڑ جاتے ہیں اور غلط ہو جاتے ہیں۔ ہر نصب العین کا چاہنے والا اپنے نصب العین سے محبت رکھنے کی وجہ سے جانتا ہے کہ اپنی محبت کے تقاضوں کو پورا کرنے اور نصب العین کو حاصل کرنے کے لیے اُسے کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں کرنا چاہیے کون سا فعل نصب العین کی محبت کی تشفی کر سکتا ہے اور کون سا نہیں کر سکتا، لہٰذا اس نصب العین کے نقطۂ نظر سے کون سا فعل صحیح ہے اور کون سا غلط، کون سا نیک ہے اور کون سا بد، کون سا اچھا ہے اور کون سا بُرا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر نصب العین کا ایک اپنا ضابطۂ اوامر و نواہی یا ضابطۂ اخلاق ہوتا ہے جو اتنا ہی بلند یا پست، اچھا یا بُرا اور صحیح یا غلط ہوتا ہے جتنا کہ وہ نصب العین جس سے یہ صادر ہوتا ہے، بلند یا پست، اچھا یا بُرا اور صحیح یا غلط ہوتا ہے۔ سب سے زیادہ بلند، اچھا اور صحیح ضابطۂ اخلاق وہ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ بلند، اچھے اور صحیح نصب العین سے پیدا ہوا اور اُسی کے تقاضوں کو پورا کرتا ہو۔ خودی کی فطرت کی رُو سے یہ نصب العین خدا ہے۔

مغرب کے فلسفۂ اخلاق کا سب سے اہم سوال یہ ہے کہ انسان کے اخلاقی افعال کی غایت الغایات یا اس کو متعین کرنے والا آخری اصول یا سمم بونم (Summum Bonum) کیا ہے۔ اس سوال کا کوئی معقول جواب ابھی تک نہیں دیا جا سکا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا معقول جواب خدا ہے اور خدا کا تصور مغرب کے کسی علم میں جگہ نہیں پا سکتا۔ یہ بات بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ انسان اس طرح سے بنایا گیا ہے کہ وہ دو نصب العینوں سے بیک وقت محبت نہیں کر سکتا اور نہ ہی بیک وقت دو نصب العینوں کے اخلاقی ضابطوں پر عمل کر سکتا ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم نے فرمایا ہے ہر شخص کو ایک ہی دِل دیا گیا ہے اور کسی شخص کے پہلو میں دو دل نہیں ہوتے کہ وہ دو الگ الگ نصب العینوں اور دو الگ الگ اخلاقی ضابطوں کو جمع کر سکے۔ یہ حقیقت ان لوگوں کے لیے قابلِ غور ہے جو اسلام کے ساتھ سوشلزم کا جوڑ لگانا چاہتے ہیں۔ یہ جوڑ اس لیے ممکن نہیں کہ سوشلزم اور اسلام دو مختلف نصب العین

ہیں اور اُن کے اخلاقی ضابطے بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اگر دونوں کو جوڑنے کی کوشش کی جائے گی تو نہ اسلام ہی مؤثر رہے گا اور نہ سوشلزم۔ فلسفۂ اخلاق کے عنوان کے تحت مفصل بحث پہلے گزر چکی ہے۔

خودی اور فلسفۂ سیاست

خودی کی فطرت ہمیں اس حقیقت کی طرف راہ نمائی کرتی ہے کہ انسان کی ہر فعلیت کی طرح اس کی سیاسی فعلیت بھی خدا کی جستجو اور خدا کی محبت کے جذبہ کی تشفی کا ایک ذریعہ ہے۔ جب خودی کا جذبۂ محبت اپنے صحیح اور فطری مقصود اور مطلوب یعنی خدا کی طرف راستہ نہیں پا سکتا تو کسی قائم مقام غلط تصور کے راستہ سے اپنا اظہار پانے لگتا ہے۔ جب ایک ہی نصب العین کو چاہنے والے افراد اپنے مشترک نصب العین کی جستجو کے لیے ایک قائد کے ماتحت متحد اور منظم ہو جاتے ہیں تو وہ ایک ریاست کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ ریاست اپنے آپ کو قائم رکھنے کے لیے اپنے ماتحت اپنے نصب العین کی ضرورتوں اور تقاضوں کے مطابق تعلیمی، اخلاقی، مالی، زراعتی، صنعتی، تجارتی، قانونی اور فوجی ادارے قائم کرتی ہے۔ ان اداروں کا کام اُن کے مقاصد کے لحاظ سے اتنا ہی اچھا یا بُرا ہوتا ہے جتنا کہ وہ نصب العین جس پر ریاست اور اُس کے یہ ادارے قائم ہوتے ہیں۔ اگر ایک ریاست خُدا کے نصب العین پر مبنی نہ ہو تو چونکہ اس کا نصب العین اس کے افراد کے جذبۂ محبت کو مستقل اور مکمل طور پر مطمئن نہیں کر سکتا وہ ریاست ناپائیدار ہوتی ہے کیونکہ اُس ریاست کے افراد زُود یا بدیر اس بات پر مجبور ہوتے ہیں کہ اپنے نصب العین کو چھوڑ کر کسی اور زیادہ تسلی بخش نصب العین کو اختیار کریں۔ ایک جو کامل بھی ہے اور پائیدار بھی۔ ایسی ریاست کے تعلیمی، اخلاقی، فنی، علمی، صنعتی، تجارتی، مالی، زرعی، اطلاعاتی، قانونی اور فوجی اور پائیدار بھی۔ ایسی ریاست کے تعلیمی، اخلاقی، فنی، علمی، تجارتی، مالی، زرعی، اطلاعاتی، قانونی اور فوجی ادارے اُس کے بلند نصب العین کے بلند مقاصد کو پُورا کرنے کے لیے بنائے جاتے ہیں اور وہ اُن کو پورا کرتے ہیں، یہاں تک کہ ریاست ہر لحاظ سے اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے لیکن افسوس ہے کہ اپنے حسی صداقت کے بے بنیاد اور غیر عقلی اعتقاد کی وجہ سے مغرب کے حکمائے سیاست خدا کے تصور کو جو فلسفۂ سیاست کی بلکہ انسانی اشغال کے تمام فلسفوں کی رُوح ہے، اپنی کتابوں میں راہ پانے نہیں دیتے۔

خودی اور فلسفۂ تعلیم

مغرب کے حکمائے تعلیم اس حقیقت پر متفق ہیں کہ تعلیم ایک نشوونما کا عمل ہے جس سے کوئی چیز انسان کے اندر بڑھتی اور پھولتی ہے لیکن افسوس کہ انہوں نے اس حقیقت کے علمی اور عقلی نتائج اور مضمرات پر غور نہیں کیا اور علمی تحقیق اور تجسس سے یہ دریافت کرنے کی کوشش نہیں کی کہ تعلیم سے انسان کے اندر جو چیز نشوونما پاتی ہے وہ کیا ہے' اُس کے اوصاف و خواص کیا ہیں، کون سا ماحول اس کی نشوونما کے لیے مفید ہے اور کون سا مضر، اس کی نشوونما کے لیے کون سی چیز غذا کا حکم رکھتی ہے۔ اور کون سی چیزیں حیاتین اور پروٹینات اور فلزات کا کام دیتی ہیں اور وہ چیز آخر کیوں نشوونما پاتی ہے اور ارتقائے عالم کے ساتھ اس کی نشوونما کا کیا تعلق ہے۔ جس طرح قدرت نے انسان کے بدن کی نشوونما کے لیے انسان سے باہر سورج اور چاند اور مینہ برسانے والے بادل اور ہوا اور پانی اور زمین اور قدرتی کھاد اور انسان کے اندر خوراک کی اشتہا اور کھیتی باڑی کرنے اور غلہ اگانے کی صلاحیتیں پیدا کی ہیں، کیا اسی طرح سے قدرت نے اس چیز کی نشوونما کے لیے بھی کوئی اپنا اہتمام کیا ہے؟

ظاہر ہے کہ تعلیم سے نشوونما پانے والی چیز انسان کا بدن نہیں بلکہ اُس کی شخصیت ہے۔ یہی شخصیت انسان کی خودی ہے اور خودی کا مرکزی وصف یہ ہے کہ اس کا مطلوب و مقصود اور محبوب خدا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی صحیح تعلیمی نشوونما صرف ایک سمت میں ممکن ہے اور وہ خدا کے نصب العین کی سمت ہے۔ اور یہ تعلیمی نشوونما بیک وقت خودی کی نشوونما بھی ہے اور خدا کی محبت کی نشوونما بھی۔ خودی ایک ایسے تعلیمی ماحول میں تربیت پا سکتی ہے جو خدا کی محبت کو ترقی دینے کے لیے سازگار ہو۔ انسان کا جسم غذا کو جذب کر کے تربیت پاتا ہے لیکن انسان کی خودی حسن کو جذب کر کے تربیت پاتی ہے۔ حُسن کا مبدأ اور منتہا خدا ہے۔ خدا کی صفاتِ حُسن گویا خودی کی غذا کے اندر حیاتین اور پروٹینات کا حکم رکھتی ہیں۔ اگر کوئی نصب العین اِن صفات سے عاری ہو گا (اور خدا کے سوا تے ہر نصب العین ان صفات سے عاری ہوتا ہے) تو وہ خودی کی تربیت نہ کر سکے گا۔ لہٰذا معلم کے لیے ضروری ہے کہ وہ خدا کے سوائے اور کسی نصب العین کو شعوری یا غیر شعوری طور پر اپنی تعلیم کی بنیاد نہ بننے دے۔ خودی کی تربیت پر انسان کی تکمیل اور تخلیق اور ارتقائے کائنات کے مقصد کی کامیابی کا دار و مدار

ہے۔ لہٰذا خدا نے خودی کی تربیت کے لیے اپنا اہتمام کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک طرف سے خودی کی فطرت میں آرزوئے حسن رکھی ہے جو خدا کی محبت سے اطمینان پاتی ہے اور دوسری طرف سے نبوت کے سلسلہ کو شروع کر کے ایک خاص نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات میں جو آخری نبی ہیں کمال پر پہنچایا ہے تاکہ ہر انسان ان کی مکمل نظری تعلیم اور عملی زندگی کی مکمل مثال سے خدا کی محبت کے طور طریقوں کو سیکھ کر اپنی خودی کی تشفی اور تربیت کر سکے۔ خودی کے لیے حسن کا جذب کرنا سچے خدا کی مخلصانہ عبادت کرنے سچے خدا کی رضامندی کے لیے نیکی کرنے اور سچے خدا کو جاننے کے لیے علم کی جستجو کرنے سے ممکن ہوتا ہے۔ لہٰذا تعلیم کے یہ تین بڑے ستون ہیں جن میں سے کسی ایک کو بھی تعلیم کی عمارت کو شکستہ کرنے اور خودی کی نشوونما کو نقصان پہنچانے کے بغیر گرایا نہیں جا سکتا۔

مغرب کے حکمائے تعلیم اس بات کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ہر قوم یا سوسائٹی کا نصب العین الگ ہوتا ہے اور ہر قوم یا سوسائٹی کا نظامِ تعلیم بھی، جو اُن کے نصب العین کے مطابق ہوتا ہے اور اُسی کی محبت کی پرورش کے لیے وجود میں آتا ہے، جدا ہوتا ہے۔ ہر سوسائٹی کے افراد تعلیم کے ذریعہ سے اپنی نئی نسل کو اپنے قومی نصب العین کی محبت اور اُس کی تشفی کے لیے اپنی محنت سے حاصل کی ہوئی قابلیتوں کا وارث بناتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک قوم ایک خاص نصب العین کی پرستار کی حیثیت سے صدیوں تک زندہ رہتی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ مغرب کے حکماء ابھی تک اس نتیجہ پر نہیں پہنچ سکے کہ شخصیتِ انسانی کی مکمل اور آزادانہ نشوونما صرف خدا کے نصب العین کے ماتحت ممکن ہے اور اس کی وجہ پھر ان کا یہی بے بنیاد اور غیر عقلی اعتقاد ہے کہ خدا کا تصور حسی دنیا سے ماورا ہے، لہٰذا دائرۂ علم میں لایا نہیں جا سکتا۔

جب کسی قوم کا نصب العین خدا نہ ہو تو اس کے فرد کی خودی قوم کے مشترک غلط اور ناقص نصب العین کی طرف نشوونما پاتی ہے جو حسن، نیکی اور صداقت کے اوصاف سے بہرہ ور نہیں ہوتا اور اس کی تعلیمی نشوونما اتنی ہی غلط اور ناقص ہوتی ہے جتنا کہ یہ نصب العین غلط اور ناقص ہوتا ہے۔ وہ بھی ایک طرح کی عبادت کرتا ہے لیکن اپنی عبادت سے حسن کو جذب نہیں کرتا، کیونکہ اس کی عبادت ایک ایسے معبود کے لیے ہوتی ہے جو حسن سے عاری ہوتا ہے۔ وہ بھی اخلاقی اعمال میں مشغول ہوتا ہے، لیکن اس کے اخلاقی اعمال صفاتِ حسن کے مطابق نہیں ہوتے۔ وہ بھی علم کی جستجو کرتا ہے، لیکن وہ توقع رکھتا ہے کہ اس کے دریافت کیے ہوئے علمی حقائق اس کے غلط نصب العین سے مطابقت

رکھیں گے اُسی پر روشنی ڈالیں گے اور اُسی کی معرفت میں اضافہ کریں گے۔ لہٰذا وہ کسی سچے علمی حقائق تک یا تو پہنچ ہی نہیں سکتا یا پہنچتا ہے تو اُن کو غلط اور بیکار سمجھ کر ردّ کر دیتا ہے۔ لہٰذا اُس کی تعلیمی نشوونما غلط سمت میں ہوتی ہے اور صرف اُس کے غلط اور ناقص نصب العین کی محبت میں اضافہ کرتی ہے۔

خودی اور علم الاقتصاد

علم الاقتصاد انسان کی اُس فعلیت کی سائنس ہے جس کے ذریعہ سے وہ دولت کو پیدا کرتا، تقسیم کرتا اور صرف کرتا ہے۔ مغرب کے حکمائے اقتصاد نے جن میں کارل مارکس بھی شامل ہے، علم الاقتصاد کو اس طرح سے مدوّن کیا ہے گویا انسان فقط ایک اقتصادی روبٹ یا مشین ہے اور اس کے علاوہ اس کی اور کوئی حیثیت نہیں۔ اس کی وجہ انسانی خودی کے اسرار سے ان کی ناواقفیت ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان کی اقتصادی فعلیت جس منبع سے صادر ہوتی ہے وہ وہی ہے جس سے اُس کی تمام دوسری فعلیتیں صادر ہوتی ہیں یعنی خودی کا جذبۂ محبت جس کا فطری مقصود سوائے خدا کے اور کچھ نہیں۔ انسان کی اقتصادی فعلیت کی فطری غرض وغایت بھی انسان کی دوسری فعلیتوں کی طرح جسم کے قیام اور بقا کے ذریعہ سے خدا کی محبت کی تسکین اور تشفی ہے اور دولت آفرینی، تقسیم دولت اور صرفِ دولت ایسے اعمال و افعال کی فطری اہمیت فقط یہ ہے کہ وہ اسی بڑے مقصد کی تکمیل کے ذرائع ہیں۔

اقتصادی انسان فقط اقتصادی انسان ہی نہیں ہوتا بلکہ اخلاقی انسان، روحانی انسان اور سیاسی انسان بھی ہوتا ہے۔ اس کی اقتصادی، اخلاقی، روحانی اور سیاسی فعلیتوں میں سے ہر ایک کے اندر اُس کی باقی تمام فعلیتیں گم ہوتی ہیں۔ لہٰذا انسان کو فقط اقتصادی انسان اور حرص کا پتلا اور دولت کا پرستار فرض کر کے اس کا جو مطالعہ کیا جائے گا وہ درست نہیں ہوگا اور اس کی بنا پر جو نتائج مرتب کیے جائیں گے وہ صحیح نہیں ہوں گے۔ بعض وقت انسان کے نصب العین کے بلند ہونے سے اُس کے بظاہر اقتصادی افعال کے محرکات اور دواعی کچھ اس طرح سے بدل جاتے ہیں کہ اُن کو محض اقتصادی نقطۂ نظر سے سمجھنا ممکن نہیں ہوتا۔ جب انسان کی اقتصادی فعلیت خدا کے نصب العین کے ماتحت نہ ہو تو وہ کسی غلط، ناقص اور باطل نصب العین کے ماتحت ہوتی ہے۔ اس حالت میں اُس کے اندر وہ تمام خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں جن کو طلبِ منفعت، استحصال اور مزدور کی حق تلفی وغیرہ اصطلاحات سے تعبیر کیا جاتا ہے چنانچہ مغرب کی بے خدا سوسائٹی کے اقتصادی مشاغل میں یہ تمام خرابیاں پیدا ہوئیں۔ اس صورتِ حال

کے ردِّعمل کے طور پر ان خرابیوں کو دُور کرنے کے لیے کارل مارکس نے جو حل پیش کیا اُسے سائنٹیفک سوشلزم کا نام دیا جاتا ہے لیکن یہ حل مصنوعی، غیر فطری، جبری اور خارجی ہے اور انسان کی فطرت سے مزاحم ہوتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ یہ زُود یا بدیر خود بخود ناکام ہو جائے۔ ان خرابیوں کو دُور کرنے کا فطری اور کامیاب طریق یہ ہے کہ تعلیم کے ذریعہ سے سوسائٹی کو باخدا بنایا جائے اور اس طرح سے اُن کے نصب العین کو، جو ان کے اعمال کی قوت محرکہ ہے، اُن کی فطرت کے مطابق کر دیا جائے۔

حسّی صداقتوں کا عقیدہ اور مغربی تہذیب کی ناگزیر تباہی

مغربی حکمار کے اس عقیدہ نے کہ صداقت وہی ہے جسے حواس کے ذریعہ سے معلوم کیا جا سکے نہ صرف مغربی علوم کو صحیح اور معیاری علوم کے درجہ سے گرا دیا ہے اور انسان اور کائنات کے ایسے فلسفوں کو جنم دیا ہے جو نامعقول، غیر مدلل اور گمراہ کن ہیں بلکہ پوری مغربی تہذیب کو موت کے رُوبرو لا کر کھڑا کر دیا ہے۔ تہذیبِ مغرب کے بعض فریب خوردہ شاید اس بات کو باور نہ کر سکیں، اس لیے میں مغرب کے ایک سربرآوردہ حکیم پروفیسر سٹی رم سوروکن کی کتاب "ہمارے عہد کا بحران" (The Crisis of Our Age) سے کچھ حوالے نقل کرتا ہوں جن سے معلوم ہو گا کہ پروفیسر سوروکن اپنی تحقیق سے اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ مغربی تہذیب ایک "المناک بحران" میں مبتلا ہے جو عنقریب اُس کی "تباہی" کا موجب ہو گا اور یہ تباہی "دَورِ حاضر کے انسان کے لیے ذلت اور نکبت" کا پیغام اپنے ساتھ لائے گی۔ وہ لکھتا ہے کہ مغربی تہذیب کے اس بحران کا سبب یہ ہے کہ مغربی تہذیب:

> "اس اعتقاد کی بنیاد پر وجود میں آئی تھی کہ سچی صداقت اور سچی نیکی دونوں کلیۃً یا بیشتر حسّی یا مادی ہیں۔ ہر وہ چیز جو حواسِ خمسہ کی گرفت سے بالا ہے بطورِ صداقت کے فرضی ہے، یا تو اس کا کوئی وجود ہی نہیں یا اگر کوئی وجود ہے تو چونکہ وہ حواسِ خمسہ سے معلوم نہیں کیا جا سکتا وہ غیر موجود کے حکم میں ہے۔ چونکہ سچی صداقت اور سچی نیکی کو مادی یا حسّی قرار دے لیا گیا تھا، ہر وہ چیز جو حواس کے ادراک سے ماوراء تھی، خواہ وہ خدا کا تصور تھا یا انسان کا شعور، ہر وہ چیز جو غیر حسّی اور غیر مادی تھی اور جو روزمرہ کے تجربات سے دیکھی، سُنی، چکھی، چھوئی یا سونگھی نہیں جا سکتی تھی، ضروری تھا کہ اُسے غیر حقیقی، غیر موجود اور بے سُود قرار دیا جاتا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس شجرکاری کا پہلا زہر آلود پھل یہ تھا کہ سچی صداقت اور سچی نیکی کے دائرہ کو مہلک حدود تک محدود کر دیا گیا

اور جب تہذیب ایک بار اس راستہ میں داخل ہو گئی تو پھر اس کو اسی راستہ پر آگے جانا پڑا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ صداقت اور نیکی کی دنیا ہر روز اور زیادہ حسیّت اور مادیّت کے تنگ سانچوں میں ڈھلتی گئی۔"

سوروکن آخر کار اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ دورِ حاضر کی حسیّت زدہ تہذیب (Sensate Civilization) کو موت کے منہ سے بچانے کی صرف ایک صورت ہے اور وہ یہ کہ جس قدر جلد ممکن ہو وہ اپنے حسیّت نواز بنیادی مفروضہ کو بدل کر اُس کی جگہ کسی روحانی مفروضہ کو اپنی بنیاد بنائے۔ لیکن وہ کہتا ہے کہ اس مقصد کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ اس

"حسیّت زدہ تہذیب کے تمام عقیدوں اور اس کی تمام قدروں کا نئے سرے سے گہرا مطالعہ کیا جائے، اس کی خارج از وقت کاذب اقدار کو رد کیا جائے اور اُن سچی قدروں کو بحال کیا جائے جو اس نے رد کر دی ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ مذہب اور سائنس کا موجودہ اختلاف حد درجہ تباہ کن ہی نہیں بلکہ غیر ضروری بھی ہے۔ اگر سچی صداقت اور سچی نیکی کے معقول اور تسلی بخش نظریہ کی روشنی میں دیکھا جائے تو مذہب اور سائنس دونوں ایک ہی ہیں اور ایک ہی مقصد کو پورا کرتے ہیں اور وہ مقصد یہ ہے کہ قادرِ مطلق خدا کی صفات کو اس مرئی دنیا کے اندر آشکار کیا جائے تاکہ خدا کے نام کا بول بالا ہو اور انسان کی عظمت پایۂ ثبوت کو پہنچے۔"

خودی کی فطرت پر نگاہ رکھنے والے لوگ محترم پروفیسر سوروکن کو پورے اعتماد کے ساتھ بتا سکتے ہیں کہ وہ روحانی عقیدہ جو نہایت معقولیت کے ساتھ مغرب کے حسّی اور مادی عقیدہ کی جگہ لے سکتا ہے اور مغربی تہذیب کو موت کے منہ سے بچا سکتا ہے یہ ہے کہ "انسان کے اعمال کی قوتِ محرکہ خدا کی محبت ہے جو بھٹک کر کسی غلط نصب العین کی صورت میں اپنا اظہار کرنے لگتی ہے"۔ یہ بیان علمی زبان میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا ترجمہ ہے۔ ع

خودی کا سرِّ نہاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ

لہٰذا مغربی تہذیب یا تو مٹ جائے گی یا پھر اس عقیدہ کو اپنا کر فلسفۂ خودی سے، جو قرآن حکیم کا بنیادی فلسفہ ہے، ہمکنار ہو جائے گی اور اسلامی تہذیب کے نام سے تاقیامت زندہ رہے گی۔

(نظریات و علوم مروجہ کی علمی اور عقلی خامیوں کی مزید تفصیلات کے لیے قارئین میری کتاب "آئیڈیالوجی آف دی فیوچر" ملاحظہ فرمائیں)

لغات واعراب قرآن (۶۳)
پروفیسر حافظ احمد یار

سورۃ البقرۃ

آیات ۶۷-۶۸

ملاحظہ: کتاب میں حوالہ کے لیے قطعہ بندی (پیراگرافنگ) میں بنیادی طور پر تین ارقام (نمبر) اختیار کیے گئے ہیں۔ سب سے پہلا (دائیں طرف والا) ہندسہ سورۃ کا نمبر شمار ظاہر کرتا ہے اس سے اگلا (درمیانی) ہندسہ اس سورۃ کا قطعہ نمبر (جو زیر مطالعہ ہے اور جو کم از کم ایک آیت پر مشتمل ہوتا ہے) ظاہر کرتا ہے۔ اس کے بعد والا (تیسرا) ہندسہ کتاب کے مباحث اربعہ (اللغۃ، الاعراب، الرسم اور الضبط) میں سے زیر مطالعہ بحث کو ظاہر کرتا ہے یعنی علی الترتیب اللغۃ کے لیے ۱، الاعراب کے لیے ۲، الرسم کے لیے ۳ اور الضبط کے لیے ۴ کا ہندسہ لکھا گیا ہے بحث اللغۃ میں چونکہ متعدد کلمات زیر بحث آتے ہیں اس لیے یہاں حوالہ کی مزید آسانی کے لیے نمبر ۱ کے بعد قوسین (بریکٹ) میں متعلقہ کلمہ کا ترتیبی نمبر بھی دیا جاتا ہے مثلاً ۲:۵:۱(۳) کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث اللغۃ کا تیسرا لفظ اور ۲:۵:۳ کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث الرسم۔ وھکذا۔

۲:۴۳:۲ الإعـراب

زیر مطالعہ دو آیات کو اعرابی لحاظ سے چھ یا سات مستقل جملوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے جن میں سے بعض جملے بلحاظ مضمون دوسرے جملے کا حصہ ہی شمار ہو سکتے ہیں۔ اور بعض کو فاء عاطفہ کے ذریعے سابقہ جملے سے مربوط کیا گیا ہے۔ ان سات جملوں کے اعراب کی تفصیل یوں ہے۔

(۱) واذقال موسی لقومہ ان اللہ یأمرکم أن تذبحوا بقرۃ

[وَاِذْ] کی واو مستانفہ اور "اذ" ظرفیہ ہے۔ یہ ترکیب (وَاِذْ) اب تک بارہ (۱۲) دفعہ گزر چکی ہے [قال] فعل ماضی معروف کا پہلا (واحد مذکر غائب) صیغہ ہے اور [موسیٰ] اس کا فاعل (لہٰذا) مرفوع ہے مگر اسم مقصور ہونے کے باعث اس میں علامت رفع ظاہر نہیں ہے۔ [لقومہ] لام الجر (ل) اور "قومہ" (مضاف مضاف الیہ) مل کر متعلق فعل قال ہے [اِنَّ] حرف مشبہ بالفعل اور [اللہ] اس کا اسم

منصوب ہے (یہاں فعل "قال" کے بعد آنے کی وجہ سے جملے کے درمیان میں "أنّ" (مفتوحہ) کی بجائے "إنّ" (مکسورہ) آیا ہے۔ [یأمُرُ] فعل مضارع معروف کا پہلا صیغہ (واحد مذکر غائب) ہے اور [کُمْ] ضمیر منصوب اس (یامرُ) کا مفعول بہ اوّل ہے (جس کو حکم دیا جائے) [أنْ] مصدریہ ناصبہ ہے جو دراصل "بِأنْ" ہے جو فعل امر کے دوسرے مفعول (مامور بہ۔ جس بات کا حکم دیا جائے) پر داخل ہوتا ہے (یعنی "بِ" یا "بِأنْ" یا صرف "أنْ" استعمال ہوتا ہے) [تَذْبَحُوا] مضارع منصوب صیغہ جمع مذکر حاضر ہے جو "أنْ" کی وجہ سے منصوب ہے علامتِ نصب ("تذبحون" کے) آخری "ن" کا سقوط (گر جانا) ہے [بقَرَةً] فعل (تَذْبَحوا) کا مفعول بہ (لہٰذا) منصوب ہے۔ "أنْ" کو مصدریہ سمجھیں تو أن تذبحوا بقرةً = بذِبْحِ بقرَةٍ (ایک گائے کے ذبح کرنے کا) تاہم اردو مترجمین نے عموماً "ان تذبحوا" (کہ تم ذبح کرو) کی صورت میں ہی ترجمہ کیا ہے۔ اس طرح یہ جملہ فعلیہ "یامرُکم أن تذبحوا بقرة" ("إن الله" والے) "إنَّ" کی خبر (لہٰذا) محلاً مرفوع ہے اور پورا جملہ (إنَّ الله .... بقرة) فعل "قال" کا مقول (مفعول) ہونے کے لحاظ سے محلاً منصوب ہے۔ مندرجہ بالا پورے جملے کا لفظی ترجمہ بنتا ہے "جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے بے شک اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے تم کو کہ تم ذبح کرو ایک گائے" اس عبارت کے بعض کلمات کے معنی میں اختلاف یا تنوع پر حصہ "اللغۃ" میں بحث ہو چکی ہے۔

(۲) قالوا أتتخذنا هزوًا

[قالوا] فعل ماضی معروف ہے جس میں ضمیر فاعلین "ھم" شامل (مستتر) ہے اور اس "ھم" کی علامت صیغہ فعل کی آخری واو الجمع ہے۔ [أ] استفہامیہ ہے اور یہاں استفہام برائے تعجب ہے۔ [تتخذ] فعل مضارع معروف مع ضمیر الفاعل "أنتَ" ہے جس کی علامت ابتدائی "ت" ہے [نَا] ضمیر منصوب متصل فعل "تتخذ" کا مفعولِ اول ہے اور [هُزُوًا] اس (تتخذ) کا مفعول ثانی (لہٰذا) منصوب ہے۔ اگرچہ ابتدائی "إذ" (جملہ ۱) شرطیہ نہیں ہے۔ مگر سابقہ جملے کی مناسبت سے یہاں "قالوا" کا ترجمہ "تو بولے، تو کہنے لگے" سے ہو سکتا ہے۔ اس حصۂ عبارت (قالوا أتتخذنا هزوا) کے بامحاورہ تراجم اور ان کی توجیہ پر حصہ "اللغۃ" میں بات ہو چکی ہے۔

(۳) قال أعوذ بالله أن أكون من الجاهلين

[قال] فعل ماضی معروف مع ضمیر الفاعل "ھو" ہے جو یہاں موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہے [أعوذ] فعل مضارع معروف واحد متکلم ہے جس میں ضمیر فاعل "انا" مستتر ہے۔ اور [بالله] جار مجرور (بِ+الله) متعلق فعل (اعوذ) ہیں یا "بِ" اس فعل (عاذ یعوذ) کا وہ صلہ ہے جو اس کے مفعول اول (جس

کی پناہ مطلوب ہے) پر آتا ہے۔ اس طرح "باللہ" کو محلاً منصوب بھی کہہ سکتے ہیں [أَنْ] مصدریہ ناصبہ ہے اور یہ دراصل "مِنْ أَنْ" تھا اور یہ "مِنْ" وہ ہے جو اس فعل (عاذ یعوذ) کے "مفعول ثانی" (جس سے بچنا مطلوب ہو) پر آتا ہے ["أعوذ" اور اس کے ساتھ "بِ" اور "مِنْ" کے استعمال پر بحث استعاذہ میں بھی اور دوبارہ اوپر [۲:۴۳:۱(۴)] میں بھی ہوئی ہے]

[أكونَ] فعل مضارع منصوب (بوجہ "أن") ہے۔ علامت نصب آخری "ن" کی فتحہ (ـَـ) ہے۔ اس فعل ناقص (أكون) میں اس کا اسم "انا" مستتر ہے۔ افعالِ ناقصہ میں ضمیر الفاعل کو اس فعل کا "اسم" کہا جاتا ہے۔ اگرچہ بعض جدید علمائے نحو، مثلاً دکتور شوقی ضیف، ایسے اسم کو اس فعل ناقص کا "فاعل" اور اس کی خبر (جو منصوب ہوتی ہے) کو اس کا حال (منصوب) کہتے ہیں۔

[من الجاهلين] جار مجرور (من + الجاهلين) مل کر "أكون" کی خبر کا کام دے رہے ہیں۔ لہٰذا محلاً منصوب ہیں۔ (گویا دراصل "أن أكون جاهلاً من الجاهلين" تھا)۔ اس طرح "اعوذ باللہ .... من الجاهلين" (ساری عبارت) فعل "قال" کا مفعول (مقول) ہو کر محلاً نصب میں ہے۔

(۴) قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ ؕ

[قالوا] فعل ماضی معروف مع ضمیر الفاعلین "هم" ہے [ادْعُ] فعل امر صیغہ واحد مذکر حاضر ہے علامت جزم (فعل امر مجزوم ہی ہوتا ہے) آخری "واو" (ادْعُوْ کی) کا سکون تھا جو گر گئی ہے جیسا کہ کسی بھی فعل ناقص مجزوم میں آخری "و" یا "ی" کا حال ہوتا ہے۔ اب علامت جزم آخری "ع" کا ضمہ (ـُـ) رہ گیا ہے [لَنَا] جار مجرور (ل + نا) متعلق فعل (ادع) ہے [رَبَّكَ] مضاف مضاف الیہ (رب + ك) مل کر فعل "ادع" کا مفعول بہ (لہٰذا) منصوب ہے۔ علامتِ نصب "ب" کی فتحہ (ـَـ) ہے سادہ نثر میں یہ عبارت یوں ہوتی "ادع ربك لنا" (یعنی "تو پکار اپنے رب کو ہمارے لیے") [يُبَيِّنْ] فعل مضارع معروف مع ضمیر الفاعل "هو" ہے جو "رب" ہے۔ یہ فعل مضارع مجزوم ہے "جزم" کی وجہ جوابِ امر (طلب) میں آنا ہے اور علامتِ جزم آخری "ن" کا سکون ہے۔ [لَنَا] جار مجرور (ل + نا) اس فعل (يُبَيِّنْ) سے متعلق ہے [مَا] اسم استفہام بطور خبر مقدم (لہٰذا) محلاً مرفوع ہے۔ اور [هِيَ] ضمیر مرفوع منفصل مبتدأ (مؤخر) ہے۔ بعض نحوی حضرات "مَا" کو مبتدأ اور "هِيَ" کو خبر (دونوں مرفوع) کہتے ہیں۔ اسماء استفہام کا اعراب معلوم کرنے کا طریقہ [۲:۲۰:۲] میں بیان ہوا تھا۔ اس کے مطابق یہاں پہلی توجیہ (کہ "مَا" خبر مقدم ہے) بہتر معلوم ہوتی ہے۔ یہ آخری جملہ استفہامیہ (مَا هِيَ) فعل "يُبَيِّنْ" کا مفعول بہ ہو کر محل نصب میں ہے۔ اور ("ادع لنا .... ما هي" تک کی) ساری عبارت

فعل "قالوا" کا مفعول (مقول) ہو کر موضع نصب میں ہے۔ اس ترکیب کے مطابق زیر مطالعہ عبارت کا لفظی ترجمہ بنتا ہے "انہوں نے کہا پکار ہمارے لیے اپنے رب کو (کہ) واضح کر دے ہمارے لیے کیا ہے وہ (گائے) ہے"۔ اس کی با محاورہ صورتیں (تراجم) بحث "اللغۃ" میں بیان ہو چکی ہیں۔

⑤ قال إنه يقول إنها بقرة لا فارض ولا بكر عوان بين ذلك

[قال] فعل ماضی مع ضمیر الفاعل "ھو" ہے جو موسیٰ کے لیے ہے [إنّه] حرف مشبہ بالفعل "إنّ" اور اس کے اسم (ضمیر منصوب متصل "ہ") پر مشتمل ہے [يقول] فعل مضارع معروف مع ضمیر الفاعل "ھو" ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور یہ جملہ فعلیہ (یقول) "انہ" کے "إنّ" کی خبر ہے (لہٰذا محلاً مرفوع ہے) [إنّها] بھی "إنّ" اور اس کے اسم منصوب (ضمیر منصوب متصل "ھا") پر مشتمل ہے۔ یہاں دونوں جگہ جملہ کے درمیان ہونے کے باوجود "إنّه" اور "إنّها" دونوں میں "إنّ" بکسر الہمزۃ اس لیے آیا ہے کہ ان سے پہلے فعل "قال" ہے اگر کوئی اور فعل ہوتا تو یہ بفتح الہمزۃ (أنّ) آتا۔ [بقرةٌ] یہ دوسرے "إنّ" (إنها والا) کی خبر (لہٰذا) مرفوع ہے اور یہ "بقرة" یہاں نکرہ موصوفہ ہے جس کی صفت آگے آ رہی ہے اس لیے یہاں "بقرة" کا ترجمہ "ایک گائے جو" اور "ایسی گائے جو" کی صورت میں ہوگا۔ [لا] نافیہ (بمعنی "نہیں ہے") ہے اور [فارضٌ] "بقرة" کی صفت ہے ("فارض" مؤنث (گائے) کے لیے ہی استعمال ہوتا ہے) [ولا بكرٌ] کی "و" عاطفہ ہے جس کے ذریعے "لا بکرٌ" کا عطف "لا فارضٌ" پر ہے۔ اور یہاں بھی "لا" نافیہ ہے اور "بکرٌ" صفت (بقرةٌ کی) ہے لفظ "بِکر" مذکر مؤنث دونوں کے لیے بولا جاتا ہے۔ "بقرةٌ" کی صفت ہونے کے باعث یہاں "فارضٌ" اور "بکرٌ" بھی مرفوع آئے ہیں جس کی علامت تنوینِ رفع (ـٌ) ہے جب کسی نکرہ کی صفت "لا" نافیہ کے ساتھ بیان ہو تو عموماً "لا" کی تکرار ہوتی ہے اور ساتھ دو صفات بیان ہوتی ہیں دوسرے "ولا" کی وجہ سے معنی میں ایک زور پیدا ہوتا ہے جسے اردو ترجمہ میں "اور نہ ہی" سے ظاہر کیا جا سکتا ہے۔ [عوانٌ] یہ "بقرة" کی صفت بھی ہو سکتا ہے۔ (فارض اور "بکر" کی طرح۔ مگر نفی (لا نافیہ) کے بغیر (یعنی "بقرةٌ عوانٌ" یہ گائے جو عوان ہے۔ "عوان" کے معنی حصہ "اللغۃ" میں دیکھ لیجئے)۔ اور چاہیں تو یہاں ایک مبتدأ ۴۲
محذوف سمجھ کر اس (عوانٌ) کو اس کی خبر مرفوع کہہ سکتے ہیں یعنی "ھِیَ عوانٌ" یا "بَلْ ھِیَ عوانٌ" اور یہ جملہ بھی بہرحال "بقرة" کی صفت ہی ہوگا [بين ذلك] "بین" ظرف مضاف اور "ذلك" مضاف الیہ ہے۔ اور یہ دراصل "بین ذلك وذلك" تھا کیونکہ "بین" ہمیشہ دو چیزوں کے درمیان کے لیے آتا ہے اور یہاں (ایک) "ذلك" سے اشارہ "فارض" کی طرف اور دوسرے (محذوف "ذلك") سے

اشارہ "بکر" کی طرف ہے اور" انھا ..... ذلک" (تک) کی عبارت فعل "یقول" کا مفعول (قول) ہے اور اس ترکیب کے مطابق اس پوری عبارت (قال انہ ..... بین ذلک) کا لفظی ترجمہ بنے گا" اس نے کہا بے شک وہ کہتا ہے کہ بے شک وہ ایک ایسی گائے ہے جو نہ بوڑھی ہے نہ بچھیا (بلکہ) درمیانی عمر کی ہے اس کے درمیان " اس کے مختلف بامحاورہ تراجم پر بحث "اللغۃ" میں بات ہو چکی ہے۔

(۹) فافعلوا ما تؤمَرُون

[فافعلوا] کی ابتدائی "فاء (فَ) عاطفہ تعلیلیہ (سببیہ) ہے اور بعض نحوی اسے "الفاء الفصیحۃ" بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ زبان میں فصاحت (وضاحت) کا تقاضا پورا کرتی ہے۔ اس کا ترجمہ تو "پس / اس لیے" ہے اور یہاں اس کا بامحاورہ ترجمہ "اب تو" سے ہو سکتا ہے اس کے بعد "اِفعَلُوا" فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے جس میں ضمیر الفاعلین "انتم" مستتر ہے۔ جس کی علامت اس صیغہ کی واو الجمع ہے اس کا ترجمہ تو "تم کرو" بنتا ہے مگر سیاق عبارت (قصہ) کے لحاظ سے بامحاورہ ترجمہ "کر ڈالو" زیادہ موزوں لگتا ہے۔ [مَا] اسم موصول ہے جو فعل "افعلوا" کا مفعول بہ (لہٰذا) محلاً منصوب ہے (مبنی ہونے کے باعث علامتِ نصب ظاہر نہیں ہے) [تؤمَرُون] فعل مضارع مجہول ہے جس میں "نائب فاعلین" کے لیے ضمیر "انتم" مستتر (موجود) ہے اور دراصل یہاں سابقہ اسم موصول (مَا) کے لیے ایک ضمیر عائد محذوف ہے یعنی یہ "مَا تؤمرون بہ" ہے (وہ جس کا تم حکم دیئے جاتے ہو)۔ اور اگر "مَا" کو مصدریہ سمجھ لیں تو عبارت "فافعلوا امرکم" بھی جا سکتی ہے یعنی "تم اپنا کام کرو" (جس کا حکم دیا گیا ہے)

اس طرح مندرجہ بالا پوری عبارت کا لفظی ترجمہ تو بنتا ہے "پس (اب) تم کرو وہ چیز جس کا تم حکم دیئے جاتے ہو"۔ اس کے مختلف بامحاورہ تراجم [۲ : ۴۳ : ۱ (۸)] کے بعد بیان ہو چکے ہیں۔

۲ : ۴۳ : ۳ الرسم

زیر مطالعہ دونوں آیات (۶۷، ۶۸) کے تمام کلمات کا رسم املائی اور رسم عثمانی (قرآنی) یکساں ہے ماسوائے ایک کلمہ "الجھلین" کے کہ اس کا عام رسم (املائی) "الجاھلین" ہے (اور ہم نے حصہ "اللغۃ" اور "الاعراب" میں کہیں کہیں محض سمجھانے کے لیے اسے برسم املائی لکھا ہے) مگر اس کا قرآنی (عثمانی) رسم الخط متفقہ طور پر بحذف الالف بعد الجیم یعنی بصورت "الجھلین" ہے۔ یہ

لفظ بصورت جمع مذکر سالم (جاھلون یا جاھلین) معرفہ نکرہ قرآنِ کریم میں کل ۹ جگہ آیا ہے اور ہر جگہ بحذف الف بعد الجیم (جھلون۔ جھلین) ہی لکھا جاتا ہے البتہ صرف ایک جگہ (البقرہ:۲۷۳) بصیغہ مفرد "الجاھل" آیا ہے وہاں اسے باثبات الف ہی لکھا جاتا ہے۔ جمع مذکر والی جگہوں پر اسے رسم املائی کی طرح باثبات الف لکھنا (جیسا کہ ترکی اور ایران میں عام رواج ہے) رسم عثمانی کی خلاف ورزی ہے۔ اس قطعہ (زیر مطالعہ) میں جو لفظ "ذٰلک" آیا ہے اس کے متعلق پہلے بھی کہیں بیان ہو چکا ہے کہ اس کا رسم عثمانی اور رسم املائی دونوں ہی بحذف الف بعد الذال ہیں یعنی اس لفظ کا رسم املائی دراصل رسم عثمانی ہی کے مطابق اختیار کیا گیا ہے اور رواج پا گیا ہے۔

۲:۴۳:۴ الضبط

زیر مطالعہ آیات میں ضبطِ کلمات کا تنوع حسب ذیل نمونوں سے سمجھا جا سکتا ہے ان نمونوں میں عام طور پر ضبط کی ترتیب یوں ہوتی ہے (۱) برصغیر کا ضبط جس میں کہیں کہیں تجویدی قرآن (مطبوعہ پیکجز لاہور) سے بھی کوئی نمونہ آجاتا ہے (۲) ایران اور ترکی کا ضبط جو عموماً ملتا جلتا ہے (۳) مصر اور دیگر عرب ممالک کا ضبط اور (۴) افریقی ممالک کا طریق ضبط۔ خاص طور پر توجہ طلب ضبط کی طرف اشارہ کر دیا جاتا ہے۔ مشترک ضبط صرف ایک دفعہ لکھا جاتا ہے۔

وَاِذْ، اِذْ، اِۤذْ/ قَالَ، قَالَ، قَالَ/ مُوْسٰى، مُوسَىٰ، مُوسٰى/ لِقَوْمِهٖ، لِقَوْمِهِۦٓ، لِقَوْمِهِۦ/ اِنَّ، إِنَّ، اِۤنَّ/ اللّٰهَ، ٱللَّهَ، اَللَّهَ/ يَاْمُرُكُمْ، يَأْمُرُكُمْ، يَاْمُرُكُمْ/ اَنْ، أَنْ، آنْ/ تَذْبَحُوْا، تَذْبَحُوا/ بَقَرَةً، بَقَرَةً، بَقَرَةً/ قَالُوْا، قَالُوا، قَالُوا، قَالُوا/ اَتَتَّخِذُنَا، أَتَتَّخِذُنَا، آتَتَّخِذُنَا/ هُزُوًا، هُزُوًا، هُزُوًا، هُزُوًا/ قَالَ (مثل سابق)، اَعُوْذُ، أَعُوذُ، آعُوذُ/ بِاللّٰهِ، بِٱللَّهِ، بِاللَّهِ/ اَنْ (مثل سابق)/ اَكُوْنَ، أَكُونَ، آكُونَ/

مِنَ، مِنَ/ الْجٰهِلِيْنَ، الْجٰهِلِيْنَ، اَلْجٰهِلِيْنَ، الْجٰهِلِيْنَ/ قَالُوْا، قَالُوْا، قَالُوْا، فَالُوْا/ ادْعُ، اَدْعُ، اُدْعُ/ لَنَا، لَنَا، لَنَا/ رَبَّكَ، رَبَّكَ/ يُبَيِّنْ، يُبَيِّن، يُبَيِّنْ/ لَنَا، لَنَا، لَنَا/ مَا، مَا، مَا/ هِيَ، هِيَ/ قَالَ (مثل سابق) اِنَّهٗ، اِنَّهٗ، اِنَّهٗ/ يَقُوْلُ، يَقُوْلُ، يَفُوْلُ/ اِنَّهَا، اِنَّهَا، اِنَّهَا، اِنَّهَا/ بَقَرَةٌ (مثل سابق)/ لَا، لَا، لَا/ فَارِضٌ، فَارِضٌ، فَارِضٌ/ وَلَا، لَا، لَا/ بِكْرٌ، بِكْرٌ/ عَوَانٌ، عَوَانٌ، عَوَانٌ/ بَيْنَ، بَيْنَ/ ذٰلِكَ، ذٰلِكَ، ذٰلِكَ/ فَافْعَلُوْا، فَافْعَلُوْا، فَافْعَلُوْا/ مَا (مثل سابق)، تُؤْمَرُوْنَ، تُؤْمَرُوْنَ، تُؤْمَرُوْنَ۔

اهم اطلاع

لاہور اور راولپنڈی کے درمیان سفر کرنے والے حضرات کے استفادے کے لئے انٹرسٹی ہوٹل کھاریاں کے قریب محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے دروس قرآن اور مختلف خطابات کے آڈیو کیسٹس کا ڈیلیوری پوائنٹ قائم کیا گیا ہے۔ تمام مسافر حضرات اس سہولت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

پیش رفت

مرکزی انجمن خُدّام القرآن لاہور کا

۲۳واں سالانہ اجلاس عام

ایک اجمالی رپورٹ

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کا ۲۳واں سالانہ اجلاس عام مورخہ ۲۱/اپریل ۹۵ء بروز جمعۃ المبارک صبح 10 بجے قرآن آڈیٹوریم' اتاترک بلاک' نیو گارڈن ٹاؤن لاہور میں زیر صدارت صدر مؤسس جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب منعقد ہوا۔۔۔اجلاس کی باقاعدہ کارروائی کے آغاز سے قبل حسب پروگرام' حاضرین کی چائے اور snacks سے تواضع کی گئی ۔۔۔ ٹھیک دس بج کر پینتیس منٹ پر حافظ عاکف سعید صاحب نے سورۃ الاعلیٰ کی تلاوت سے کارروائی کا آغاز کیا۔بعدۂ معتمدِ انجمن ڈاکٹر عارف رشید صاحب نے ابتدائی کلمات کے ساتھ حاضرین کو خوش آمدید کہا اور گزشتہ سال یعنی سال ۹۴ء کے سالانہ اجلاس کی کارروائی پڑھ کر سنائی۔۔۔اراکین انجمن کی طرف سے صحت تحریر کی تصدیق کے بعد جناب صدر مؤسس نے روداد کی توثیق فرما دی۔

ایجنڈے کے مطابق اگلا پروگرام ناظم اعلیٰ جناب سراج الحق سید صاحب کے ذمے تھا۔ انہوں نے ۱۹۹۴ء کی رپورٹ میں سے کارہائے نمایاں (hightlights) بیان کئے۔ موصوف نے حاضرین کا ذاتی طور پر شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے اس اجلاس میں شرکت کے لئے وقت نکالا۔جو حضرات تشریف نہیں لا سکے ان میں سے خصوصیت سے جناب اقتدار احمد صاحب کا' جو انجمن کے مؤسسین میں سے ہیں' ذکر فرمایا کہ وہ گزشتہ دو تین ماہ سے علیل ہیں' حاضرین سے ان کی صحت کے لئے دعا کی درخواست کی۔۔۔جناب ناظم اعلیٰ نے فرمایا کہ دستور میں جو ضروری ترامیم کرنا تھیں وہ کر لی گئی ہیں' تمام حاضرین یہاں سے نیا طبع شدہ دستور اپنے

ساتھ لیتے جائیں۔

اس کے بعد ناظم اعلیٰ نے اراکین انجمن کے دسمبر ۹۴ء کے اعداد و شمار پیش کیے اور ان کا ۹۳ء سے تقابلی جائزہ بھی حاضرین کے سامنے رکھا۔ مختلف شعبہ جات کی کارکردگی کے ضمن میں ناظم اعلیٰ نے اکیڈمک ونگ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ شعبہ انجمن کی کتب اور جرائد کی اشاعت کا ذمہ دار ہے۔ ۹۴ء میں چھ نئی کتب شائع کی گئی ہیں جن میں سے خصوصیت سے دو کتابیں قابل ذکر ہیں۔(۱) برعظیم پاک و ہند میں اسلام کے انقلابی فکر کی تجدید و تعمیل اور اس سے انحراف کی راہیں (۲) "منشورِ اسلام" کے نام سے ڈاکٹر رفیع الدین مرحوم کی کتاب Manifesto of Islam کا ترجمہ جس کے مترجم ہیں : ڈاکٹر ابصار احمد صاحب۔ ناظم اعلیٰ نے خصوصیت کے ساتھ شعبہ حفظ القرآن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ سال ۹۴ء میں کل ۲۳ طلباء نے حفظ کی تکمیل کی اور سب سے کم عرصہ میں ایک طالب علم نے کل نو ماہ میں حفظ مکمل کیا۔ سالانہ رپورٹ برائے سال ۱۹۹۴ء میں سے مکتبہ 'شعبہ سمع و بصر' قرآن کالج اور کالج ہاسٹل' شعبہ خط و کتابت کورس اور ایڈمنسٹریشن کے شعبہ کا اختصار کے ساتھ ذکر فرمایا اور ان سب کی کارکردگی کو سراہا۔

۹۴ء کے دوران ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس کے داخلوں کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کرتے ہوئے فرمایا کہ سال ۹۴ء میں کُل ۴۷ مرد حضرات اور ۱۲ خواتین نے اس کورس میں داخلہ لیا۔۔۔ اور یہ کورس بڑی کامیابی کے ساتھ جاری ہے۔ ایف اے سال اول کے داخلے بھی بہت حوصلہ افزا رہے۔ کالج کی تاریخ میں پہلی بار طلباء کی تعداد سو سے متجاوز ہوئی۔ سال گزشتہ میں کمپیوٹر کلاسز کا اجرا بھی کیا گیا۔۔۔ شعبہ اکاؤنٹس کا ذکر کرتے ہوئے ناظم اعلیٰ نے انجمن کے external auditors رحمان سرفراز اینڈ کمپنی کا خصوصی طور پر ذکر فرمایا کہ ہم ان کے ممنون احسان ہیں کہ وہ انجمن کا آڈٹ اعزازی طور پر اور بروقت کرتے ہیں۔

محترم سید صاحب نے حاضرین کو بتایا کہ سال ۹۴ء میں شہر لاہور میں کل پانچ بزم ہائے خدام القرآن قائم کی گئیں۔ اس شعبہ کے روح رواں ڈاکٹر نسیم الدین خواجہ صاحب ہیں۔ ہر بزم کے تحت لاہور کے مختلف علاقوں میں بھرپور اجتماعات ہوئے۔۔۔ ناظم اعلیٰ نے قرآن اکیڈمی میں انجمن کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے تناسب سے جگہ کی کمی کا ذکر کیا۔ (ایک صاحب خیر

کی طرف سے جامع القرآن کی توسیع یعنی بیسمنٹ کی تعمیر کی مد میں مبلغ دس لاکھ روپے کا عطیہ بھی موصول ہو چکا ہے 'ماڈل ٹاؤن سوسائٹی سے NOC حاصل کر لیا گیا ہے اور تعمیر کا آغاز کر دیا گیا ہے جو ان شاء اللہ چار / پانچ ماہ میں مکمل ہو جائے گی۔)

آخر میں جناب ناظم اعلیٰ نے اس امر کی جانب اشارہ فرمایا کہ اب الحمد للہ انتظامی لحاظ سے مرکزی انجمن ایک مستحکم ادارہ کی شکل اختیار کر گئی ہے۔ سال ۹۴ء میں صدر مؤسس اور ناظم اعلیٰ کی ملک سے اڑھائی ماہ کی غیر حاضری کے باوجود انجمن کی جملہ سرگرمیاں بحسن وخوبی جاری رہیں۔ محترم شیخ محمد عقیل صاحب نے قائم مقام صدر اور ڈاکٹر عارف رشید صاحب نے قائم مقام ناظم اعلیٰ کے طور پر اپنی ذمہ داریوں کو بہت عمدگی سے ادا کیا۔

اس کے بعد مرکزی انجمن کے ناظم مالیات شیخ محمد عقیل صاحب نے مرکزی انجمن کے ۹۴ء کے سالانہ حساب کتاب کی سمری پیش کی۔ ناظم مالیات نے انجمن کے قیام کے ابتدائی دور کا حوالہ دیتے ہوئے ۴ نومبر ۷۲ء تا ۳۱ دسمبر ۷۳ء کے چودہ مہینوں کے مالیاتی اعداد و شمار کا سال ۹۴ء کے اعداد و شمار سے تقابل فرمایا۔ موصوف نے فرمایا کہ انجمن کا آغاز ایک لاکھ روپے کے سرمائے سے ہوا تھا لیکن آج ۹۴ء کے حساب و کتاب کے مطابق اس کے اثاثہ جات کی مالیت صرف book value کے اعتبار سے دو کروڑ اکیس لاکھ روپے سے تجاوز کر چکی ہے۔ اور اگر مارکیٹ value کے مطابق دیکھا جائے تو یہ مالیت پانچ کروڑ سے کسی صورت میں کم نہیں ہے۔ آخر میں انہوں نے شرکائے اجلاس کی توجہ جامع القرآن کی توسیع کی طرف دلائی جس کی تعمیر کے اخراجات کا اندازہ اٹھارہ انیس لاکھ کا ہے 'اور استدعا کی کہ اس کار خیر میں ہر شخص خود بھی شریک ہو اور احباب سے بھی اس کے لئے فنڈ زکی کوشش کرے۔

اس کے بعد منسلک انجمنوں میں سے انجمن خدام القرآن سرحد پشاور کے صدر جناب ڈاکٹر محمد اقبال صافی نے اور انجمن خدام القرآن فیصل آباد کے صدر ملک محمد اسلم صاحب نے اپنی اپنی انجمن کی سال بھر کی کارگزاری کا خلاصہ تحریری صورت میں پیش کیا۔ دیگر منسلک انجمنوں کے نمائندے سالانہ اجلاس میں شریک نہیں ہو سکے۔

اگرچہ اجلاس کے پروگرام کے لئے جو ایجنڈا طبع کیا گیا تھا اس میں جناب صدر مؤسس کا کوئی خصوصی خطاب قرآن آڈیٹوریم میں طے نہیں تھا' بلکہ جامع القرآن قرآن اکیڈمی کے

خطاب جمعہ ہی کو اس موقع پر صدر مؤسس کے خطاب خصوصی کا درجہ دیا گیا تھا' تاہم چونکہ ابھی کچھ وقت باقی تھا لہٰذا جناب صدر مؤسس نے بہت ہی اختصار کے ساتھ چند باتیں اور اپنے کچھ تأثرات حاضرین مجلس کے سامنے رکھے۔

صدر مؤسس نے فرمایا کہ آج کا یہ اجلاس عام اراکین انجمن کی حاضری کے اعتبار سے غیر معمولی طور پر کامیاب اجلاس ہے۔ اس میں انجمن کے ناظم اعلیٰ سراج الحق سید صاحب کے علاوہ بزم ہائے خدام القرآن کے ناظم جناب ڈاکٹر نسیم الدین خواجہ صاحب اور برادر محترم قمر سعید قریشی صاحب کی مساعی کو خصوصی دخل حاصل ہے۔

صدر مؤسس نے فرمایا کہ ان کے حالیہ دورۂ امریکہ کے دوران وہاں لاس اینجلس میں مقیم انجمن کے مؤسسین میں سے ایک رکن نے یہ شکوہ کیا ہے کہ جناب نصیر احمد ورک صاحب جو انجمن کے مؤسسین میں سے تھے اور جن کا کچھ عرصہ پہلے ہی انتقال ہوا ہے' کے سانحہ ارتحال کی خبر "حکمت قرآن" میں شائع کی جانی چاہئے تھی۔ صدر مؤسس نے فرمایا کہ میں نے ان سے بھی معذرت کی تھی اور آپ تمام اراکین انجمن سے بھی معذرت کرتا ہوں کہ اس ضمن میں ہم سے کوتاہی ہوئی ہے' تاہم ان کے انتقال کا تذکرہ مارچ ۹۵ء کے ماہنامہ میثاق میں کر دیا گیا تھا۔

انہوں نے مزید فرمایا کہ انجمن کے بیس مؤسسین میں سے چار حضرات تو ہمیں داغ مفارقت دے چکے ہیں' بقیہ ۱۶ موسسین میں سے بحمد اللہ آج تیئیس (۲۳) برس گزر جانے کے باوجود' دس حضرات ایسے ہیں جن کا مرکزی انجمن کے ساتھ نہ صرف یہ کہ مسلسل رابطہ برقرار ہے بلکہ ان کا زرتعاون بھی آج کی تاریخ تک ہمیں باقاعدہ موصول ہو رہا ہے۔ صدر مؤسس نے اس بات کو انجمن کی ایک بڑی کامیابی قرار دیا---- آخر میں جناب نصیر احمد ورک صاحب کے لئے اجتماعی دعائے مغفرت کے ساتھ اجلاس کی کارروائی اپنے اختتام کو پہنچی۔

جامع القرآن' قرآن اکیڈمی میں صدر موسس کا خطاب جمعہ جو انجمن کے سالانہ اجلاس عام ہی کا ایک حصہ تھا' ٹھیک 12:30 پر شروع ہوا۔ خطاب کا عنوان "استحکام پاکستان اور جہاد بالقرآن" تھا۔ صدر مؤسس نے امت مسلمہ کی موجودہ حالت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ عزت اور وقار نام کی شے آج امت مسلمہ سے چھن چکی ہے۔ سعودی عرب امریکہ کے

گھڑے کی مچھلی بن چکا ہے اور پاکستان بھی اسی سمت میں آگے بڑھ رہا ہے۔ امت مسلمہ کو اپنی کھوئی ہوئی عزت و وقار اور ساکھ حاصل کرنے کے لئے قرآن کی شمع کو ہاتھ میں لینا ہو گا۔

پاکستان کے استحکام کے تقاضوں کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے یاد دلایا کہ اپنی کتاب "استحکام پاکستان" میں وہ اپنے اس تجزیئے کو پوری وضاحت سے تحریر کر چکے ہیں کہ "اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر۔ خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمیؐ" کے مصداق پاکستان کا یہ منفرد معاملہ ہے کہ اس کے استحکام اور بقا کے لئے بنیاد صرف اور صرف اسلام ہے۔ کوئی نسلی یا لسانی نیشنلزم اس کے استحکام کی بنیاد اس لئے نہیں بن سکتا کہ یہاں مختلف النوع نسلیں آباد ہیں اور متعدد زبانیں بولنے والے یہاں بستے ہیں اور وطنی نیشنلزم کو اس کی بنیاد اس لئے نہیں بنایا جا سکتا کہ دو قومی نظریئے کی نفی پر یہ ملک قائم ہوا تھا۔ لہٰذا وطنی قومیت کا تصور اس کی جڑیں کھوکھلی تو کر سکتا ہے اسے استحکام نہیں بخش سکتا۔۔۔ لیکن اب ہمارے ملک میں صرف نعرے والا اسلام بھی کفایت نہیں کرے گا بلکہ حقیقی اسلام اور صحیح معنوں میں دین حق کا نفاذ ہی اب مؤثر ثابت ہو گا۔ یہ کام ایک انقلابی جدوجہد کے بغیر سرانجام نہیں دیا جا سکتا اور اس جدوجہد کے پہلے مرحلے کا عنوان ہے "جہاد بالقرآن"۔ صدر مؤسس نے جہاد بالقرآن کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے نزدیک ہماری دینی، ملی، قومی اور معاشرتی زندگی میں اس وقت پانچ محاذ ایسے ہیں جو جہاد بالقرآن کے شدید طور پر متقاضی ہیں۔۔۔(۱) جاہلیتِ قدیمہ یعنی مشرکانہ اوہام اور شفاعتِ باطلہ کا تصور (۲) جاہلیتِ جدیدہ یعنی الحاد و مادہ پرستی (۳) بے یقینی (۴) نفس پرستی اور شیطانی ترغیبات (۵) فرقہ واریت۔ (جناب صدر مؤسس نے اپنی مختصر تالیف "جہاد بالقرآن" کا حوالہ بھی دیا اور حاضرین سے اس خواہش کا اظہار بھی کیا کہ وہ اس کتابچے کا ضرور مطالعہ کریں۔)

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لئے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

سالانہ رپورٹ

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

برائے سال ۱۹۹۴ء

مرتب : سراج الحق سید (ناظم اعلیٰ)

ترتیب

- ابتدائیہ
- ارکان انجمن کی تعداد' اندرون ملک و بیرون ملک
- مختلف شعبہ جات کی کارکردگی کی تفصیل
  - ☆ اکیڈمک ونگ
    - شعبہ تصنیف و تالیف اور ترتیب و تسوید
    - شعبہ کتابت و طباعت
    - قرآن اکیڈمی لائبریری
    - جامع القرآن اور شعبہ حفظ قرآن و ناظرہ
  - ☆ مکتبہ
  - ☆ قرآن کالج
    - معمول کی تدریسی سرگرمیاں
    - بورڈ آف گورنرز کے اہم فیصلے
    - کالج ہاسٹل
  - ☆ شعبہ خط و کتابت کورسز
  - ☆ ایڈمن (ADMIN)
  - ☆ اکاؤنٹس اور کیش سیکشن
  - ☆ جنرل کلینک
  - ☆ شعبہ سمع و بصر
- بیلنس شیٹ اور مالی گوشوارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

الحمدللہ اس سال بھی مجھے مرکزی انجمن کی سالانہ رپورٹ مرتب کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ حسب سابق اس رپورٹ میں انجمن کے ہر شعبہ کی کارکردگی پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ان حضرات کی سہولت کے لئے جو پوری رپورٹ پڑھنے کے لئے وقت نہیں نکال سکتے یا تفصیل میں جانے کا مزاج نہیں رکھتے' انجمن کی سرگرمیوں کی سرخیاں (highlights) شروع میں ہی علیحدہ درج کردی گئی ہیں۔ حسب سابق ارکانِ انجمن کے اعداد و شمار اور انجمن کی مالیات سے متعلق آڈٹ شدہ گوشوارے بھی اس رپورٹ کا حصہ ہیں اور تمام منسلک انجمنوں کی سرگرمیوں کی مختصر روداد بھی اس رپورٹ میں شامل ہے۔
بہرحال اس رپورٹ کی خاص بات جس کی طرف خصوصیت سے توجہ دلانا چاہتا ہوں' وہ انجمن کی ہیئتِ انتظامیہ میں اہم تبدیلی ہے۔ جیساکہ آپ کے علم میں ہے ۹۴ء کے اوائل تک مرکزی انجمن کی ہیئتِ انتظامیہ ایک صدر اور ایک مجلسِ منتظمہ پر مشتمل ہوتی تھی۔ مجلس منتظمہ کے چودہ ارکان میں بارہ منتخب ہوتے تھے اور دو نامزد۔ منتخب ارکان میں سے چھ کو مؤسسین اور محسنین مشترکہ طور پر منتخب کرتے تھے' دو کو مستقل ارکان اور چار کو عام ارکان۔ صدر مؤسس کی طرف سے دو ارکان کی نامزدگی وابستگانِ انجمن کے کسی بھی حلقے سے کی جاسکتی تھی۔

۲۱ جنوری ۹۴ء کو انجمن کے ایک get-together میں بعض ارکان کے کمشش کی بنا پر محترم صدر مؤسس نے ۲۸ جنوری کی مجلس منتظمہ میں ہیئت انتظامیہ میں ایک

تبدیلی تجویز فرمائی کہ جس سے انجمن کی انتظامیہ میں باصلاحیت لوگوں کی شمولیت زیادہ flexibleاور آسان ہو جائے۔ غور و خوض کے بعد مجلس منتظمہ کے یکم فروری ۹۴ء کے اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ مجلس منتظمہ کی جگہ اب ایک نگران ادارہ، مجلس شوریٰ ہو جو پچیس منتخب نمائندوں پر مشتمل ہو۔ اس میں مؤسسین و محسنین کے حلقے سے تیرہ، مستقل ارکان کے حلقہ سے چار اور عام ارکان کے حلقے سے آٹھ نمائندے ہوں۔ اس کی ذمہ داری policies بنانے اور ان کے execution کی نگرانی کرنا ہو۔ اس کا اجلاس سہ ماہی ہوا کرے۔

مجلس شوریٰ کے علاوہ ایک مجلس عاملہ ہو جو انجمن کی Executive Body ہو۔ اس کے ناظمین کی تعداد حسب ضرورت گھٹائی بڑھائی جا سکے۔ یہ ناظمین صدر مؤسس اور ان کے بعد صدر انجمن نامزد کیا کریں گے۔ ان ناظمین میں تین ناظمین یعنی ناظم اعلیٰ، ناظم مالیات اور داخلی محاسب لازماً شوریٰ کے منتخب ارکان میں سے ہوں گے۔ مجلس عاملہ کا اجلاس عموماً ماہانہ ہو گا۔

انجمن کا سالانہ اجلاس جو ۲۳ / مارچ ۱۹۹۴ء کو منعقد ہوا، اس میں مجلس شوریٰ کا انتخاب بھی ہوا۔ جو حضرات بطور رکن مجلس شوریٰ منتخب ہوئے ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

حلقہ مؤسسین و محسنین

۱ ۔ میجر احسن رؤف صاحب
۲ ۔ اقتدار احمد صاحب
۳ ۔ سراج الحق سید صاحب
۴ ۔ چوہدری شہباز الدین صاحب
۵ ۔ ڈاکٹر عارف رشید صاحب
۶ ۔ قمر سعید قریشی صاحب
۷ ۔ لطف الرحمٰن خان صاحب
۸ ۔ محمد بشیر ملک صاحب
۹ ۔ میاں محمد رفیق صاحب
۱۰ ۔ شیخ محمد عقیل صاحب
۱۱ ۔ ڈاکٹر مختار حسن رندھاوا صاحب
۱۲ ۔ وقار احمد صاحب
۱۳ ۔ وکیل احمد خان صاحب

حلقہ مستقل ارکان

۱ ۔ احسن الدین صاحب	۲ ۔ چوہدری انوار الحق صاحب
۳ ۔ محمود عالم میاں صاحب	۴ ۔ ڈاکٹر نسیم الدین خواجہ صاحب

حلقہ عام ارکان

۱ ۔ ڈاکٹر ابصار احمد صاحب	۲ ۔ الطاف حسین صاحب
۳ ۔ میجر خاور قیوم صاحب	۴ ۔ رحمت اللہ بٹر صاحب
۵ ۔ ڈاکٹر عبد الخالق صاحب	٦ ۔ غازی محمد وقاص صاحب
۷ ۔ چوہدری غلام محمد صاحب	۸ ۔ مختار احمد خان صاحب

۲٦ اپریل ۹۴ء کی مجلس منتظمہ کے آخری اجلاس میں محترم صدر مؤسس نے ناظمین مجلس عاملہ کا اعلان فرمایا اور درج ذیل حضرات کو مختلف ذمہ داریاں تفویض کیں :۔

۱ ۔ ڈاکٹر ابصار احمد صاحب	ناظم شعبہ انگریزی
۲ ۔ آصف حمید صاحب	ناظم شعبہ سمع و بصر
۳ ۔ اقتدار احمد صاحب	ناظم نشر و اشاعت
۴ ۔ انوار الحق چوہدری صاحب	ناظم شعبہ خط و کتابت کورس
۵ ۔ چوہدری رحمت اللہ بٹر صاحب	محاسب
٦ ۔ سراج الحق سید صاحب	ناظم اعلیٰ
۷ ۔ ڈاکٹر عارف رشید صاحب	معتمد
۸ ۔ ڈاکٹر عبد السمیع صاحب	ناظم بیرون ملک
۹ ۔ لطف الرحمٰن خان صاحب	ناظم قرآن کالج
۱۰ ۔ میاں محمد رفیق صاحب	ناظم تعمیرات و میٹینس
۱۱ ۔ شیخ محمد عقیل صاحب	ناظم بیت المال
۱۲ ۔ ڈاکٹر نسیم الدین خواجہ صاحب	ناظم بزم ہائے خدام القرآن

ہیئت انتظامیہ کے ذیل میں مندرجہ بالا تبدیلی کے ساتھ ساتھ ایک اور اہم نکتہ پر بھی غور و خوض کیا گیا۔ انجمن کے موجودہ دستور میں محترم صدر مؤسس کے بعد صدر انجمن کے بارے میں اصولی فیصلے تو موجود تھے لیکن ان سے متعلق قواعد و ضوابط کی تفصیلات مذکور نہیں تھیں۔ الحمد للہ اب صدر انجمن کے انتخاب اور غیر تسلی بخش کارکردگی کی صورت میں اخراج کی تفاصیل طے کر لی گئی ہیں۔

ہیئتِ انتظامیہ میں جو تبدیلیاں کی گئی ہیں' ان کی تفصیلات طے کرنے اور اس پر قانونی مشورہ کرنے اور ان چیزوں کو finalize کرنے میں تقریباً ایک سال عرق ریزی کی گئی ہے۔ یہ سب تفصیلات انجمن کے دستور کے نئے ایڈیشن اپریل ۹۵ء میں incorporate کی گئی ہیں۔ اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے' پورے دستور پر نظرثانی کی گئی ہے اور کئی مقامات پر حسب ضرورت تبدیلی یا تصحیح کی گئی ہے۔ جہاں ضرورت محسوس ہوئی وہ حصے re-write کئے گئے ہیں۔ دستور کی تمام تبدیلیاں مجلس شوریٰ کی منظوری کے بعد کی گئی ہیں۔

ہیئت انتظامیہ میں تبدیلیوں پر غور کئے جانے کے دوران محترم صدر مؤسس نے ایک اور تجویز پیش کی' جو بزم ہائے خدام القرآن کے قیام کی صورت میں مجلس شوریٰ میں منظور کی گئی۔ بزم ہائے خدام القرآن کا مشن لاہور میں اراکین انجمن کے باہمی تعارف اور ربط و ضبط کا اہتمام کرنا اور انجمن کی دعوت رجوع الی القرآن کی تیز تر اور وسیع تر اشاعت کے لئے کوشش کرنا ہے۔ محترم ڈاکٹر نسیم الدین خواجہ صاحب بزم ہائے خدام القرآن کے اعزازی ناظم مقرر کئے گئے۔ جناب خواجہ صاحب نے بڑے جوش و جذبہ سے اس کام کا بیڑہ اٹھایا اور ۱۶/ ستمبر کو قرآن آڈیٹوریم میں بزم ہائے خدام القرآن کا تاسیسی اجلاس منعقد کیا جو بہت کامیاب رہا۔ لاہور میں پانچ بزم ہائے خدام القرآن کے قیام کا اعلان کیا گیا۔ بعد ازاں اس کا دستور مرتب کر لیا گیا ہے اور اس کے مطابق بزم ہائے خدام القرآن اپنے اپنے علاقہ میں اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔

ماشاء اللہ جمعہ کی نماز میں جامع القرآن کا main ہال ناکافی ہوتا ہے۔ مسجد کے باہر صحن میں گرمیوں اور بارش کے موسم میں شامیانہ کے انتظام کے باوجود نمازیوں کو تکلیف

ہوتی ہے۔ رمضان المبارک میں تراویح میں دورۂ ترجمہ قرآن کے شرکاء خصوصاً سردیوں کی راتوں میں باہر صحن میں بے آرام ہوتے ہیں۔ دوسری ضرورت دفاتر کے ضمن میں محسوس کی جارہی تھی۔ انجمن کے بڑھتے ہوئے کام کے لئے مزید دفاتر کے لئے بھی جگہ درکار ہے۔ ان ضرورتوں کے پیش نظر طے کیا گیا ہے کہ جامع القرآن کے basement کو مسجد کے صحن تک بڑھا دیا جائے اور صحن کو مسجد کے main ہال کی سطح تک لے آیا جائے اور اس پر پختہ چھت تعمیر کر دی جائے۔ الحمد للہ توسیع کی اجازت ماڈل ٹاؤن سوسائٹی سے مل گئی ہے اور اپریل ۹۵ء تک توسیع کا کام شروع کر دیا جائے گا۔ اس ضمن میں اخراجات کا اندازہ سولہ سترہ لاکھ روپے ہے۔ دس لاکھ روپے ایک صاحب خیر کی طرف سے اس مد میں پہلے ہی آچکے ہیں۔

مرکزی انجمن کی شعبہ جاتی سرگرمیاں آگے کے صفحات میں بیان کی جارہی ہیں۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ پہلے ان سب حضرات کا تہِ دل سے شکریہ ادا کروں جو کسی نہ کسی صورت میں انجمن کے مشن کو آگے بڑھانے میں مدد و معاون ثابت ہوئے۔

میرے نزدیک ان میں سرِفہرست محترم صدر مؤسس ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی ذاتِ گرامی ہے۔ ان کے دروس قرآنی اور مختلف خطابات انجمن کی دعوت رجوع الی القرآن کی تشہیر کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں۔ قرآن آڈیٹوریم میں ہفتہ وار درس قرآن' رمضان المبارک میں دورۂ ترجمۂ قرآن اور مسجد دارالسلام میں خطباتِ جمعہ آڈیو / ویڈیو کیسٹس کی شکل میں دنیا کے کونے کونے میں جہاں بھی اردو دان لوگ آباد ہیں پھیل رہے ہیں اور اب تو الحمد للہ ان کے انگریزی زبان میں دین کی اہم اصطلاحات اور منتخب نصاب پر مبنی دروس نہ صرف امریکہ میں مقبول ہو رہے ہیں بلکہ ان میں سے جو کیسٹس پاکستان پہنچ گئے ہیں' ان کی demand یہاں بھی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ مجلس شوریٰ اور مجلس عاملہ کی ہر مرحلہ پر رہنمائی فرماتے ہیں۔

مجھ پر مجلس شوریٰ کے معزز ارکان اور مجلس عاملہ کے محترم ناظمین کا بھی شکریہ واجب ہے کہ وہ اپنی توانائیاں اور اپنا وقت انجمن کے مشن کے لئے اعزازی طور پر صرف کر رہے ہیں۔ الحمد للہ سال کے دوران مجلس شوریٰ اور مجلس عاملہ کے اجلاس باقاعدگی

سے ہوتے رہے۔

محترم ارکان انجمن اور انجمن کے معطی حضرات کا بھی دلی شکریہ کہ وہ انجمن کے لئے مالی انفاق کرتے ہیں' اس کے مشن کو آگے بڑھانے میں مدد کرتے ہیں اور ہمیں دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں۔ آخر میں' لیکن کسی کمتر درجہ میں نہیں' میں اپنے تمام ساتھیوں کا تہِ دل سے ممنون ہوں کہ انہوں نے فرداً فرداً اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریقہ پر ادا کرنے کی کوشش کی اور بطور ایک ٹیم انہوں نے میری ذمہ داریوں کو سہل بنانے میں میری مدد فرمائی۔

یہاں یہ بیان کرنے میں مجھے بڑی مسرت ہے کہ انتظامی طور پر انجمن نے اب ایک مستحکم ادارے کی صورت اختیار کر لی ہے۔ گزشتہ سال محترم صدر مؤسس اور ناظم اعلیٰ (راقم الحروف) دونوں کی اڑھائی ماہ ملک سے غیر موجودگی میں بھی انجمن کی سرگرمیاں بحسن و خوبی جاری رہیں۔ محترم شیخ عقیل صاحب نے قائم مقائم صدر اور ڈاکٹر عارف رشید صاحب نے قائم مقائم ناظم اعلیٰ کے طور پر انجمن کو عمدگی سے manage کیا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب لوگوں کی مساعی کو قبول فرمائے اور جزائے خیر سے نوازے۔

سراج الحق سید
ناظم اعلیٰ

۹۴ء میں ارکان انجمن کی تعداد اور ۹۳ء سے تقابل

نوع	تعداد دسمبر ۹۳ء	۹۴ء کے دوران اضافہ	تعداد دسمبر ۹۴ء
حلقہ مؤسسین و محسنین	304	9	313
حلقہ مستقل ارکان	156	7	163
حلقہ عام ارکان	648	36	684
کل تعداد	1108	52	1160

بیرون ملک کے ارکان کی تعداد جو مندرجہ بالا تعداد میں شامل ہے۔

نوع	تعداد دسمبر ۹۳ء	۹۴ء کے دوران اضافہ	تعداد دسمبر ۹۴ء
حلقہ مؤسسین و محسنین	70	-	70
حلقہ مستقل ارکان	36	-	36
حلقہ عام ارکان	152	11	163
کل تعداد	258	11	269

مختلف شعبہ جات
کی کارکردگی کی تفصیل

○ اکیڈمک ونگ (ACADEMIC WING)

قرآن اکیڈمی کا اکیڈمک ونگ مندرجہ ذیل چار ذیلی شعبوں پر مشتمل ہے :

ا۔ شعبہ تصنیف و تالیف اور ترتیب و تسوید ب۔ شعبہ کتابت و طباعت بشمول کمپیوٹر کمپوزنگ ج۔ قرآن اکیڈمی لائبریری د۔ شعبہ حفظ قرآن و ناظرہ

ا۔ شعبہ تصنیف و تالیف اور ترتیب و تسوید

○ اس شعبہ کے زیر انتظام سال ۱۹۹۴ء کے دوران ہر ماہ چار جرائد قریباً باقاعدگی سے شائع ہوتے رہے۔ یعنی ماہنامہ "میثاق" اور ماہنامہ "حکمت قرآن" کے علاوہ ہر ماہ "ندائے خلافت" کے دو شمارے۔ ماہنامہ "میثاق" دوران سال ہر ماہ باقاعدگی سے شائع ہوتا رہا اور سال بھر میں اس کے ۱۲ شمارے منظر عام پر آئے جبکہ ماہنامہ "حکمت قرآن" کا مارچ اپریل ۹۴ء کا مشترکہ پرچہ شائع ہوا، جس کی حیثیت ایک خصوصی اشاعت کی تھی، جس میں مرکزی انجمن خدام القرآن کی سال ۱۹۹۳ء کی سالانہ رپورٹ بھی شائع کی گئی تھی۔ اس طرح دوران سال حکمت قرآن کے گیارہ شمارے شائع ہوئے۔ ہفت روزہ "ندائے خلافت" حسب سابق ہر دوسرے منگل کو شائع ہوتا رہا۔ دوران سال اس کے صرف دو شمارے بروقت شائع نہیں ہو سکے اور اس طرح سال بھر میں ۲۶ کے بجائے ۲۴ شمارے اشاعت پذیر ہوئے۔

○ مذکورہ بالا جرائد کی اشاعت کے علاوہ، شعبہ تصنیف و تالیف مرکزی انجمن کی

جملہ کتب (نئی یا پرانی) کی تیاری اور ان کی اشاعت و طباعت کا بھی ذمہ دار ہے۔ چنانچہ نئی کتابوں کو مرتب کرنا اور پرانی کتب کے نئے ایڈیشنز کی اشاعت سے پہلے ان کی تصحیح کرنا یا اگر ضرورت محسوس ہو تو ان پر نظر ثانی کے بعد ان کو از سرِ نو ایڈٹ کرکے نئی کتابت یا کمپیوٹر کمپوزنگ کروانا اسی شعبے کی ذمہ داری ہے۔

○ شعبۂ تصنیف و تالیف اور ترتیب و تسوید کے زیر انتظام سال ۱۹۹۴ء کے دوران درج ذیل نئی کتابیں شائع کی گئیں :

i) برِ عظیم پاک و ہند میں اسلام کے انقلابی فکر کی تجدید و تعمیل اور اس سے انحراف کی راہیں
ii) حسابِ کم و بیش
iii) مولانا مودودی مرحوم اور میں
iv) جماعت اسلامی کی تاریخ کا تیسرا بحران
v) "صُفّہ ۹۴ء" (قرآن کالج میگزین)
vi) منشورِ اسلام (تالیف ڈاکٹر محمد رفیع الدین / ترجمہ : ڈاکٹر ابصار احمد)
vii) نبذة تعريفية جمعية خدام القرآن المركزية
(مرکزی انجمن خدام القرآن کا تعارف بزبانِ عربی)
viii) سالانہ رپورٹ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

○ پہلے سے موجودہ کتابیں جن کے نظر ثانی شدہ ایڈیشن دورانِ سال نئی آب و تاب کے ساتھ شائع کیے گئے، یعنی انہیں از سرِ نو ایڈٹ کرکے، نئی کتابت / کمپوزنگ اور نئے گٹ اپ کے ساتھ شائع کیا گیا، ان کے نام درج ذیل ہیں :

i) ماذا يجب على المسلمين تجاه القرآن
("مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق" کا عربی ترجمہ)
ii) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارے تعلق کی بنیادیں
iii) قرآن اور امن عالم

iv) مسئلہ سود اور غیر سودی مالیات

○ سال ۱۹۹۴ء کے دوران مکتبہ میں پہلے سے موجود ۲۶ کتابوں کے نئے ایڈیشن محض اغلاط کی درستی کے بعد شائع کئے گئے' ان میں اہم ترکتب کے نام اور ساتھ ان کا ایڈیشن نمبر دیا جا رہا ہے:-

i)	مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق	(15واں ایڈیشن)
ii)	مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب	(آٹھواں ")
iii)	راہِ نجات' سورۃ العصر کی روشنی میں	(تیرہواں ")
iv)	سابقہ اور موجودہ مسلمان امتوں کا ماضی' حال اور مستقبل	(تیسرا ")
v)	منہجِ انقلابِ نبوی ﷺ	(چوتھا ")
vi)	عظمتِ قرآن	(تیسرا ")
vii)	مطالباتِ دین	(آٹھواں ")
viii)	اسلام میں عورت کا مقام	(چھٹا ")
ix)	اسلام کا معاشی نظام	(تیسرا ")
x)	جہاد بالقرآن اور اسکے پانچ محاذ	(دوسرا ")
xi)	اسوۂ رسول ﷺ	(پانچواں ")
xii)	مروجہ نظامِ زمینداری اور اسلام	(دوسرا ")
xiii)	Rise and Decline of Muslim Ummah	(4th Print)
xiv)	Quran and World Peace	(5th Print)
xv)	Tragedy of Karbala	(2nd Print)

ب- شعبۂ کتابت وطباعت

شعبۂ کتابت و طباعت (بشمول کمپیوٹر کمپوزنگ) کے تحت مرکزی انجمن کے زیر اہتمام شائع ہونے والے تمام رسائل و جرائد' کتب' ہینڈ بلز' پمفلٹ' اخباری و غیر اخباری

اشتہارات' پوسٹرز' سٹیشنری اور سرکلرز وغیرہ کی تیاری اور طباعت (Printing) کا انتظام کیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں کتابت / کمپوزنگ اور کاپی پیسٹنگ کی حد تک تمام کام اکیڈمی ہی میں ہوتا ہے اور اس کے لئے یہاں مناسب سہولتیں موجود ہیں۔ تاہم پرنٹنگ کا تمام کام بازار سے کرایا جاتا ہے۔ اس ضمن میں دو تین پرنٹنگ پریسوں سے رابطہ رکھا جاتا ہے تاکہ طباعت کے کسی کام میں تاخیر نہ ہو۔ مرکزی انجمن کے علاوہ بعض ذیلی انجمنوں' بزم ہائے خدام القرآن' تنظیم اسلامی اور تحریک خلافت سے متعلق طباعتی مواد کی کتابت و طباعت کا کام بھی بہت حد تک یہی شعبہ سرانجام دیتا ہے۔

شعبہ کے پاس تین کمپیوٹر اور دو لیزر (laser) پرنٹر موجود ہیں' جن میں سے نئے پرنٹر "HP 4Plus" کا حال ہی میں اضافہ ہوا ہے۔ شعبہ کے پاس انگریزی کے مختلف پروگراموں کے علاوہ "سقراط اردو ٹائپ سیٹنگ پروگرام" اور "آکاش پیج میکنگ پروگرام" موجود ہے۔

ج- قرآن اکیڈمی لائبریری

قرآن اکیڈمی کی بیسمنٹ (basement) میں قائم قرآن اکیڈمی لائبریری کو مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کی مرکزی لائبریری کی حیثیت حاصل ہے۔ اس لائبریری کا بنیادی اثاثہ صدر مؤسس محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب اور ڈاکٹر شیر بہادر خان پنی مرحوم کی طرف سے عطیہ کردہ کتب پر مشتمل تھا۔ تاہم بعد ازاں ذخیرۂ کتب میں بتدریج اضافہ ہوتا رہا۔

کتب : ۱۹۹۴ء کے آغاز میں لائبریری کے داخلہ رجسٹر (Accession Register) کے مطابق لائبریری میں موجود کتابوں کی کل تعداد ۵۳۰۷ تھی' جبکہ سال کے آخر میں یہ تعداد ۵۷۹۱ ہو چکی تھی۔ خریدی جانے والی کتب میں سب سے اہم ۲۰ جلدوں پر مشتمل "المسند الجامع" ہے' جو لائبریری کے ذخیرۂ کتب میں یقیناً ایک گرانقدر علمی اضافہ ہے۔ دوران سال خریدی جانے والی کتب کی مالیت قریباً گیارہ ہزار روپے ہے۔ ۱۹۹۴ء کے دوران درجہ بندی اور کیٹلاگنگ کا کام اطمینان بخش طور سے جاری رہا۔

رسائل و جرائد اور اخبارات : سال ۱۹۹۴ء کے دوران قریباً ۱۳۰ ہفتہ وار اور ماہوار رسائل و جرائد باقاعدگی سے موصول ہوتے رہے۔ لائبریری کے لئے روزانہ چار اخبارات (تین اردو اور ایک انگریزی) باقاعدگی سے خریدے جاتے ہیں۔

د- جامع القرآن اور شعبۂ حفظِ قرآن و ناظرہ

قرآن اکیڈمی کی جامع مسجد' جامع القرآن میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے گزشتہ گیارہ برسوں سے ماہ رمضان المبارک کے دوران نماز تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمۂ قرآن کا پروگرام باقاعدگی سے ہوتا ہے۔ ۱۹۹۴ء کے ماہ رمضان المبارک میں مرکزی انجمن کے صدر مؤسس محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے دورۂ ترجمۂ قرآن کی ذمہ داری خود نبھائی۔ جناب صدر مؤسس کا یہ تازہ ترین دورۂ ترجمۂ قرآن تین تین گھنٹے کے ۳۸ ویڈیو اور C-30 کے ۱۱۳ آڈیو کیسٹوں میں ریکارڈ کیا گیا۔

جامع القرآن میں نماز فجر کے متصلاً بعد ہفتے میں چار دن درسِ قرآن اور تین دن درسِ حدیث کا معمول قریباً باقاعدگی سے جاری رہا۔

جامع القرآن ہی میں قائم قرآن اکیڈمی کے شعبۂ حفظ کی کارکردگی حسبِ روایت عمدہ رہی۔ جنوری ۹۴ء سے دسمبر ۹۴ء تک ۲۳ طلباء نے حفظِ قرآن کی تکمیل کی۔ ۹۴ء میں سب سے کم عرصہ میں حفظِ قرآن کی تکمیل کرنے والے طالب علم عبداللہ قاسم ولد محمد احتشام رہے جنہوں نے صرف ۹ ماہ کی قلیل مدت میں حفظِ قرآن مکمل کیا۔ تکمیلِ حفظِ قرآن کی اوسط مدت قریباً ڈیڑھ سال رہی۔ الحمدللہ انجمن کا شعبۂ حفظ اس قدر مقبول ہو گیا ہے کہ ۹۴ء میں ہمیں حفظ کے لئے داخلے بند کرنا پڑے! دورانِ سال شعبۂ حفظِ قرآن میں طلباء کی زیادہ سے زیادہ تعداد ۷۴ اور کم سے کم ۵۰ رہی۔ ہاسٹل میں مقیم طلبہ کی تعداد ۱۵ تا ۲۶ رہی۔

جامع القرآن میں 'شعبہ حفظ کے ساتھ ساتھ 'عصر تا مغرب ناظرہ کلاس بھی ہوتی ہے' جس سے قرآن اکیڈمی میں مقیم گھرانوں اور گرد و نواح میں رہائش پذیر لوگوں کے بچے

استفادہ کرتے ہیں۔ درجہ ناظرہ کے طلباء کی تعداد دوران سال ۲۵ تا ۴۰ رہی 'جن میں سے کُل تین طلباء نے ناظرہ کی تکمیل کی۔

○ مکتبہ

مکتبہ مرکزی انجمن کی دعوت رجوع الی القرآن کا مرکز ہے۔ ۱۹۹۴ء کے دوران بھی حسب معمول یہ دعوت اندرون ملک کے علاوہ بیرون ملک مشرقی اور مغربی ممالک میں پہنچائی گئی۔

انجمن کی دعوت رجوع الی القرآن کا مؤثر ذریعہ کتب' کیسٹ اور جرائد ہیں۔ چنانچہ کتب اور کیسٹوں کی مانگ کی بروقت تکمیل' ان کا مناسب تعداد میں سٹاک رکھنا' نیز جرائد کے خریداروں کو بروقت ترسیل مکتبہ کی ذمہ داری ہے۔

کتب : کتب کی فروخت کے لحاظ سے بفضلہٖ تعالیٰ سال ۱۹۹۴ء سال ۹۳ء سے بھی بہتر ثابت ہوا۔ ۱۹۹۴ء میں کتب کی کل فروخت۔/ ۴,۷۶,۵۴۶ روپے ہوئی جبکہ گزشتہ سال ۱۹۹۳ء میں یہ فروخت۔/ ۳,۸۵,۶۳۰ روپے تھی۔ اس طرح اس سال کتب کی فروخت میں تقریباً ۲۴ فیصد اضافہ ہوا۔

کیسٹ۔ آڈیوز : سال ۱۹۹۴ء کے دوران مکتبہ نے ۲۳,۰۱۴ آڈیو کیسٹ سپلائی کیں جبکہ سال ۱۹۹۳ء میں یہ تعداد ۱۸,۴۴۳ تھی۔ اس طرح اس سال یہ تعداد گزشتہ سال کے مقابلے میں قریباً ۲۵ فیصد زائد رہی۔

کیسٹ۔ ویڈیوز : سال ۱۹۹۴ء میں تعداد فروخت ۲,۴۰۸ ہے جبکہ گزشتہ سال یہ تعداد ۱,۵۲۴ تھی۔ اس طرح اس سال قریباً ۵۷ فیصد اضافہ ہوا۔ اس کی خاص وجہ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے دورۂ ترجمۂ قرآن ۱۹۹۴ء کی غیر معمولی مانگ تھی۔

جرائد : ۱۹۹۴ء کے دوران حسب سابق مکتبہ سے مندرجہ ذیل جرائد شائع ہوئے۔

○ ماہنامہ میثاق ○ ماہنامہ حکمت قرآن ○ ہفت روزہ ندائے خلافت

لائبریریاں : انجمن کی دعوت رجوع الی القرآن کا ایک اور مؤثر ذریعہ انجمن کی لائبریریاں ہیں۔ مکتبہ کے تحت ایک لائبریری قرآن اکیڈمی کے باہر لبِ سڑک موجود ہے۔ دوسری لائبریری وسن پورہ میں ہے۔ اس کے علاوہ ایک تیسری لائبریری مسجد و مکتب والٹن میں تنظیم اسلامی لاہور کے زیر نگرانی کام کر رہی ہے' جس کے لئے لائبریری کی سہولت انجمن نے فراہم کی ہے۔ ان لائبریریوں میں جناب ڈاکٹر اسرار احمد کی تصانیف کے علاوہ ان کی آڈیو کیسٹس بھی سماعت کے لئے موجود ہیں۔

انجمن کی کتب کی فروخت کے لئے ایک ذیلی مرکز (Sale Point) ۶۷۔ اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو میں بھی قائم ہے۔

اِبلاغ کا ایک ذریعہ وہ اسٹال بھی ہیں جو ہر جمعہ کو مسجد دارالسلام میں لگائے جاتے ہیں۔ اسی طرح کے اسٹال ہر خصوصی اجتماع کے موقع پر بھی لگائے جاتے ہیں۔

○ قرآن کالج

معمول کی تدریسی سرگرمیاں

الحمد للہ قرآن کالج میں ایف۔ اے سال اول سے بی۔ اے سال آخر تک کی کلاسیں جاری ہیں اور ساتھ ہی ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس بھی۔ ایف اے اور بی اے میں لازمی مضامین کے علاوہ طلباء کے لئے مندرجہ ذیل اختیاری (elective) مضامین کے انتخاب کی سہولت موجود ہے۔ سِوِکس (civics)' سیاسیات' معاشیات' فلسفہ' ریاضی اور تاریخ۔ بی اے میں دو اضافی اختیاری (optional) مضامین' اطلاقی نفسیات اور فارسی ہیں۔

ایک سالہ کورس دراصل کالج اور یونیورسٹی کے فارغ التحصیل Professionals یعنی ڈاکٹرز' انجینئرز' اکاؤنٹنٹس وغیرہ کے لئے مرتب کیا گیا ہے۔ اس کے نصاب کا اصل thrust دو چیزوں پر ہے۔ ایک عربی گرامر و زبان کی اتنی استعداد فراہم کرنا کہ اس بنیاد پر طالب علم قرآن حکیم بغیر ترجمے کے سمجھ سکے۔ دوسرے قرآن مجید کی فکری اور عملی

رہنمائی پر مشتمل ایک منتخب نصاب جو مسلمانوں کی اجتماعی ذمہ داریوں سے بحث کرتا ہے۔ کورس کا بقیہ نصاب احادیث مبارکہ کے ایک مختصر انتخاب' تحریکی لٹریچر اور تجوید پر مشتمل ہے۔

حسب معمول اس سال بھی ماہ مئی اور جون میں میٹرک اور انٹرمیڈیٹ کے امتحانات سے فارغ التحصیل طلباء کے لئے اسلامک جنرل نالج ورکشاپ منعقد کی گئی۔ شام کے اوقات میں عربی گرامر کی کلاس' جس کا آغاز دسمبر ۹۳ء کو ہوا تھا' فروری ۹۴ء میں اختتام پذیر ہوئی۔ اس کلاس کے ۲۹ طلباء میں سے ۱۶ طلباء نے سند حاصل کی۔ شام کے اوقات میں عربی پڑھنے کے خواہش مند حضرات کے شدید اصرار پر اپریل ۹۴ء میں ۴ ماہ کی مدت کے لئے ایک نئی کلاس کا آغاز کیا گیا جو اگست ۹۴ء میں اختتام پذیر ہوئی ہے۔ اس کلاس میں کُل ۷۰ طلباء نے داخلہ لیا جن میں سے ۲۸ طلباء نے سند حاصل کی۔ مذکورہ دونوں کلاسوں کے فارغ التحصیل طلباء کی خواہش کے پیش نظر ہفتے میں ایک دن گرامر کے لحاظ سے ترجمۂ قرآن کے پروگرام کا اجراء کیا گیا اور یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔

۳۱ دسمبر ۹۴ء کو کالج میں طلباء کی کل تعداد ۱۳۸ تھی جن میں ۱۲۶ مرد حضرات اور ۱۲ خواتین تھیں۔ ۹۴ء میں خواتین کو پہلی بار ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس میں داخلہ دیا گیا' جن کی تعداد ۱۲ تھی۔

ایف۔ اے' فرسٹ ایئر	=	۵۴
ایف۔ اے' سیکنڈ ایئر	=	۱۳
بی۔ اے پریپ (Preparatory)	=	۱۱
بی۔ اے III ایئر	=	۴
ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس	=	۵۶
کل تعداد	=	۱۳۸

اساتذہ میں ۳ پروفیسر اور ۷ لیکچررز تھے۔ ان کے علاوہ' ۵ اعزازی اساتذہ بھی کالج سے وابستہ تھے۔

۱۹۹۴ء میں بورڈ آف گورنرز کے فیصلے کے مطابق ایف اے تربیتی سال ختم کر دیا گیا

اور امسال میٹرک پاس طلباء کو براہ راست ایف اے سال اول میں داخلہ دیا گیا ہے۔

۱۹۹۴ء میں بورڈ آف گورنرز کے اہم فیصلے

○ گزشتہ فیصلے کے مطابق ایم اے معاشیات اور ایم اے عربی کی کلاسوں کے آغاز کا فیصلہ کیا گیا تھا جس کے تحت داخلوں کی درخواستیں طلب کی گئیں۔ دونوں کلاسوں کے لئے صرف چار چار طلباء نے داخلے کی درخواست دی۔ اس صورتحال کے پیش نظر ایم اے کلاسوں کا اجراء ملتوی کر دیا گیا۔

○ بی اے سال اول اور سال دوم کے طلباء کے لئے کمپیوٹر کی کلاسوں کا آغاز کیا جائے اور اس ضمن میں کوئی اضافی فیس نہ لی جائے۔ صرف -/50 روپے ماہانہ لیب چارجز وصول کئے جائیں۔ اس فیصلے کے پیش نظر کالج کے احاطہ میں دو نئے کمرے تعمیر کرائے گئے اور تین کمپیوٹر خریدے گئے۔ الحمد للہ' نئے تعلیمی سال سے کمپیوٹر کی کلاسوں کا آغاز ہو چکا ہے۔

○ ایک سالہ رجوع الی القرآن میں خواتین کو بھی داخلہ دیا جائے۔ چنانچہ سال ۹۴ء میں ایک سالہ کورس میں ۴۴ مرد حضرات اور ۱۲ خواتین نے داخلہ لیا۔

○ اس کلاس کے ضمن میں دوسری حوصلہ افزا بات یہ ہے کہ امریکہ سے دو حضرات اور فرانس سے ایک صاحب اپنا ایک سال فارغ کر کے مکمل انہماک اور لگن کے ساتھ اس میں شرکت کر رہے ہیں۔

○ ایک سالہ کورس اور بی اے تربیتی سال کے طلباء کے نصاب میں دعوت و تبلیغ کی غرض سے فیلڈ ورک کا اضافہ کیا جائے۔ چنانچہ نومبر ۹۴ء میں طلباء ایک روزہ فیلڈ کیمپ میں شرکت کر چکے ہیں۔

کالج ہاسٹل

قرآن کالج ہاسٹل کی حیثیت اگرچہ کالج کے مقابلے میں ضمنی ہے لیکن یہ اپنی ذات میں خود کسی ادارے سے کم نہیں ہے۔ نوجوان بلکہ صحیح تر الفاظ میں نوخیز افراد کی ذہنی' جسمانی اور روحانی تربیت و ترقی ایک اہم اور انتہائی مشکل فریضہ ہے۔ اس لئے کہ مختلف علاقوں'

زبانوں اور سماجی طبقات سے آئے ہوئے نوجوانوں کی دیکھ بھال کرنا اور انہیں چوبیس گھنٹے کے نظم میں پرونا اور نظم کا خوگر بنانا ایک ایسا کام ہے جس میں وقت بھی خوب صرف ہوتا ہے اور محنت بھی!! انجمن خدام القرآن کے منتظمین اللہ کے فضل سے اس نازک ذمہ داری کو باحسن ادا کر رہے ہیں۔

ہاسٹل میں طلبہ کی تعداد کے اعتبار سے سالِ گزشتہ نہایت بھرپور رہا۔ ہاسٹل اپنی تمام تر کشادگی کے باوجود نئے داخلوں کی ضرورت پوری کرنے سے قاصر رہا اور چند طلباء کو عارضی طور پر قرآن اکیڈمی میں accomodate کرنا پڑا جبکہ بعض دوسروں کو کچھ عرصہ waiting list پر بھی رکھنا پڑا۔ تاہم جلد یا بدیر تمام خواہش مند طلباء کو ہاسٹل میں جگہ دے دی گئی۔ سال ۱۹۹۴ء کے دوران ہاسٹل میں رہائش پذیر طلبہ کی زیادہ سے زیادہ تعداد ۸۵ اور کم سے کم ۵۴ رہی۔

قرآن کالج کا ہاسٹل معیار کے اعتبار سے دیگر ہاسٹلز سے کسی صورت بھی کم نہیں۔ بلکہ سہولتوں کے لحاظ سے قرآن کالج ہاسٹل اچھے ہاسٹلز کی فہرست میں top میں شمار کیا جانا چاہئے۔ قیام و طعام اور تفریح کی جملہ سہولتیں یہاں فراہم کی گئی ہیں لیکن ان مادی سہولتوں پر مستزاد اخلاقی اور روحانی تربیت کے پروگرامز یہاں کی وجہ امتیاز ہیں۔

نماز پنج وقتہ کا باجماعت التزام، تلاوت کے اوقات کی پابندی، تذکیری اجتماعات کا انعقاد اور وقتاً فوقتاً نفلی روزوں کا اہتمام اس تربیتی پروگرام کے اہم اجزاء ہیں۔ لیکن سب سے بڑھ کر محترم صدر مؤسس کا ہفتہ وار درسِ قرآن کا پروگرام ہے جو کالج کے طلباء کے لئے نعمتِ غیر مترقبہ سے کم نہیں اور اس کی یہ محفل نہ صرف طلباء کے علم میں اضافے کی موجب ہے بلکہ ان کے دینی جذبات کی جلا کا ذریعہ بھی ہے۔

قرآن کالج ہاسٹل کے انتظام و انصرام کے لئے کالج کے دو اساتذہ کا بطورِ وارڈن اور نائب وارڈن تقرر کیا گیا ہے۔ یہ دونوں حضرات ہاسٹل سے ملحقہ کوارٹرز میں رہائش پذیر ہیں اور ہمہ وقت نگرانی اور دیکھ بھال کے لئے موجود رہتے ہیں۔

ہر روز بعد نماز مغرب ہوم ورک کلاس کا اہتمام کیا جاتا ہے جس میں طلباء کی راہنمائی اور نگرانی کے لئے ایک استاد موجود رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ نماز عشاء کے بعد طلباء کو

اپنے اپنے کمروں میں سیلف سٹڈی (Self Study) کے لئے وافر وقت مہیا کیا جاتا ہے۔

○ شعبہ خط و کتابت کورسز

(i) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی

اس کورس کا مقصد قرآن حکیم کے مربوط مطالعے کے ذریعے دین کے جامع اور ہمہ گیر تصور سے طلبہ کو متعارف کرانا ہے۔ بفضلِ باری تعالیٰ یہ کورس خوب زور شور سے جاری ہے۔ اس میں حصہ لینے والوں کی تعداد ۱۴۱۱ تک پہنچ چکی ہے' بیرون ملک اس کورس کا اجراء سعودی عرب میں جدہ' مکہ مکرمہ' مدینہ منورہ' ریاض' ذاہران اور الواسع میں ہو چکا ہے' اس کے علاوہ ابوظبی' دوبئ' شارجہ' راس الخیمہ' انگلینڈ' فرانس' کینیڈا اور امریکہ میں بھی اس کورس کا اجراء ہو چکا ہے۔

(ii) ابتدائی عربی گرامر (حصہ اول اور دوم)

قرآن حکیم کو سمجھ کر پڑھنے کے لئے ابتدائی عربی گرامر کا جاننا ناگزیر ہے۔ اس کورس کا مقصد یہ ہے کہ طلباء کو عربی گرامر کے بنیادی اصولوں سے اس حد تک متعارف کرا دیا جائے کہ قرآن اور حدیث سے براہ راست استفادہ کے لئے انہیں ایک بنیاد حاصل ہو جائے۔ الحمدللہ یہ کورس بھی بہت مقبول ہوا۔ اس کے طلباء اور طالبات کی تعداد ۸۶۸ تک پہنچ چکی ہے۔ یہ کورس بھی بیرون پاکستان سعودی عربیہ' ابوظبی' دوبئ' شارجہ' انگلینڈ' فرانس' کینیڈا اور امریکہ میں جاری ہو چکا ہے۔

اس کورس کے حصہ دوم کا آغاز بھی اکتوبر ۱۹۹۲ء میں کر دیا گیا تھا۔ اس میں طلباء کی تعداد ۷۰ تک پہنچ چکی ہے۔

ان کورسز کو اندرون ملک اور بیرون ملک متعارف کروانے کے لئے مختلف اقدامات کئے گئے جن کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا اور ۹۳ء کے مقابلہ میں داخلوں میں اضافہ کورس نمبر۱ میں ۳۶ فیصد اور کورس نمبر۲ میں ۲۱ فیصد رہا۔

○ ایڈمن (ADMIN.)

ذمہ داریاں : ریکارڈ کیپنگ، اکیڈمی میس اور ہاسٹل، جونیئر سٹاف، کمپیوٹر سیکشن، pay roll، budgeting، personnel اور گورنمنٹ دفاتر اور اراکینِ انجمن سے رابطہ، ایڈمن کی ذمہ داریوں میں شامل ہیں۔

ایڈمن نے اپنی تمام ذمہ داریاں بہتر طور پر ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ خصوصیت سے ایڈمن کے followup اور مسلسل رابطہ کے نتیجہ میں مسجد و مکتب والٹن کے لئے ڈپٹی کمشنر آفس سے NOC کا حصول ممکن ہوا، ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ سے قرآن کالج کے لئے پروویژنل رجسٹریشن کی تجدید کرائی گئی۔ ارکان انجمن سے سال میں چار مرتبہ رابطہ کیا گیا اور اس طرح تجدید تعلق کے علاوہ اعانتوں کی ادائیگی میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ انجمن کا کمپیوٹر حسب سابق ماہانہ اور فائنل اکاؤنٹس کے مختلف تقابلی گوشوارے بنانے، مکتبہ کے سالانہ خریداروں اور اراکینِ انجمن کا ریکارڈ رکھنے، اور آئندہ سال کی آمدن اور اخراجات کا تخمینہ بنانے میں باقاعدگی سے استعمال ہو رہا ہے۔ علاوہ ازیں لاہور کی سطح پر بزم ہائے خدام القرآن کے قیام کے سلسلے میں اراکین انجمن سے رابطہ کرنے میں ایڈمن نے بھرپور حصہ لیا۔

○ اکاؤنٹس اور کیش سیکشن

(ACCOUNTS AND CASH SECTION)

ماہانہ اور سالانہ اکاؤنٹس بروقت تیار ہوتے رہے۔ فائنل اکاؤنٹس کی بروقت تیاری، ان کا external آڈٹ اور پھر ان کی مجلس منتظمہ / مجلس عاملہ سے منظوری کے مقررہ ہدف پورے کیے گئے۔ External آڈیٹرز میر رحمٰن سرفراز اینڈ کمپنی نے ہمیشہ کی طرح ۹۳ء کے اکاؤنٹس بھی ریکارڈ ٹائم میں آڈٹ کر کے ہمیں آڈٹ رپورٹ دیدی۔ انجمن External آڈیٹرز کی ان اعزازی خدمات کے لئے شکر گزار ہے۔ External

آڈٹ کے ساتھ ساتھ، ضروری ہے کہ داخلی محاسب جناب رحمت اللہ بٹر صاحب کی مساعی کا ذکر بھی کیا جائے۔ محترم بٹر صاحب اپنی دیگر ذمہ داریوں کے باوجود باقاعدگی سے انٹرنل آڈٹ کے لئے ہفتہ میں ایک دن انجمن کو دیتے ہیں۔

○ جنرل کلینک

انجمن کا یہ کلینک گزشتہ سال قرآن کالج کی عمارت میں شفٹ کر دیا گیا تاکہ خصوصیت سے کالج کے طلباء کو اس سے استفادے میں سہولت ہو۔ بہرحال قرآن اکیڈمی اور کالج سے ملحقہ آبادی کے لوگوں کے لئے بھی یہ سہولت برقرار ہے۔

○ شعبہ سمع وبصر

۹۴ء کے دوران اس شعبہ میں کافی improvement ہوئی۔ جدید آلات مہیا کئے گئے جن میں جدید آڈیو کاپیئر ز، وڈیو پروجیکٹر، آڈیو مکسر، ایکو (Echo) اور وڈیو سسٹم کنورٹر (Video system Converter) شامل ہیں۔ ریکارڈنگ رومز کو ایئر کنڈیشنڈ کیا گیا۔ گزشتہ سالوں میں آڈیو کاپی کے لئے مقامی طور پر تیار شدہ مشینیں استعمال کی جاتی تھیں جبکہ اب ہماری تمام کاپیاں جاپانی اور امریکن کاپیئر ز پر تیار ہوتی ہیں جس سے ہم کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ اور بہتر معیار کی کاپی بنا رہے ہیں۔ وڈیو پروجیکٹر سے بہت استفادہ کیا گیا۔ صدر مؤسس کے خطبات اور تقاریر میں بعض اوقات حاضرین کی کثرتِ تعداد کے باعث وڈیو پروجیکٹر کے ذریعہ سے آڈیٹوریم سے باہر لوگوں کو براہ راست کارروائی دکھائی گئی۔ وڈیو سسٹم کنورٹر کے ذریعہ سے ہم اب صدر مؤسس کے پاکستانی وڈیو سسٹم میں ریکارڈ شدہ کیسٹ کو دنیا کے ہر سسٹم میں تبدیل کرنے کے قابل ہو گئے ہیں۔

۹۴ء میں اس شعبے کا سب سے بڑا پروجیکٹ دورۂ ترجمۂ قرآن کی ویڈیو ریکارڈنگ

تھا جس کے لئے شعبہ کی مختصر ٹیم نے انتھک محنت کی۔ مسجد کے اندر دو کیمرے لگائے گئے تھے۔ جبکہ تمام ریکارڈنگ مسجد سے ملحقہ کمرے میں ہوئی جس میں مانیٹرنگ سسٹم لگایا گیا تھا۔ مکسنگ کا کام بھی ساتھ کے ساتھ کیا گیا۔ انجمن خدام القرآن کی تاریخ میں دورۂ ترجمۂ قرآن کی ویڈیو ریکارڈنگ بڑے پروفیشنل طریقہ پر ہوئی۔

صدر مؤسس کے سلسلہ وار دروسِ قرآن کی ریکارڈنگ قرآن آڈیٹوریم میں جاری ہے جو اپنے معیار کے لحاظ سے اطمینان بخش ہے۔ شعبہ کے پاس اگرچہ "پروفیشنل" کیمرے نہیں ہیں مگر امید ہے کہ مستقبل قریب میں اس ضمن میں بھی پیش رفت ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

فکرِ اقبال کے وارث اور شارح ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم

کی فکر انگیز تصنیف "Manifesto of Islam" کا اردو ترجمہ

منشورِ اسلام

کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہو گیا ہے

مترجم : ڈاکٹر ابصار احمد

صفحات ۱۷۴، نفیس کتابت، سفید دبیز کاغذ، دیدہ زیب ٹائٹل، عمدہ مضبوط جلد

قیمت صرف۔/ ۷۲ روپے

شائع کردہ : مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن، ۳۶۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور

بیلنس شیٹ برائے سال ۱۹۹۴ء

Balance Sheet as on 31st Dec, 1994

Amount رقم	Liabilities ادائیگی کی ذمہ داریاں	Amount رقم	Assests اثاثہ جات
2,169.000.00	کمکڈ فنڈ: موسسین، محسنین، اور مستقل اراکین کی یکمشت ادائیگی	22,159,771.86	مستقل اثاثہ جات وسرمایہ کاری
4,119,148.25	قرآن اکیڈمی فنڈ	1,916,093.00	مکتبہ مرکزی انجمن
10,768,380.73	قرآن کالج و آڈیٹوریم فنڈ	4,974.14	ادویات کا اسٹاک وسٹور
683,900.00	مسجد و مکتب والٹن اور دار القرآن وسن پورہ فنڈ	76,679.00	پیشگی رقوم ودیگر واجب الوصول رقوم
42,145.00	تعلیمی قرضہ فنڈ	33,755.00	تعلیمی قرضہ برائے طلبہ
40,850.00	سیکورٹی ڈیپازٹ	6,352.49	بینک میں موجود رقم
146,586.60	قابل ادائیگی اخراجات	8,350.80	امپریسٹ فنڈ
4,805,319.00	میزان آمدنی منہا اخراجات یکم جنوری ۱۹۹۴ء		
1,430,646.71	میزان آمدنی منہا اخراجات سال ۱۹۹۴ء		
24,205,976.29		24,205,976.29	

مالی گوشوارہ حساب آمد و خرچ برائے سال ۱۹۹۴ء

Financial Statement 1994

Amount رقم	Expenses اخراجات	Amount رقم	Income آمدن
443,756.56	قرآن کالج (اخراجات منہا آمدن)	1,001,947.00	ماہانہ اعانت
203,122.00	ہاسٹل قرآن کالج (" ")	2,669,312.00	خصوصی دیگر اعانت
38,148.00	قرآن اکیڈمی کلینک (" ")	141,850.00	خط و کتابت و دیگر کورسز کی فیس
8,370.00	نقد امداد	303,498.55	دیگر آمدنی
91,162.00	دعوت و تبلیغ و پبلسٹی		
177,535.00	جامع القرآن		
58,924.00	قرآن اکیڈمی ہاسٹل و میس		
663,848.00	اسٹاف کی تنخواہ		
261,143.50	ٹیلیفون، فیکس، بجلی، پانی و گیس بل		
125,360.00	آڈیٹوریم		
27,588.00	اولڈ ایج بینیفٹ انسٹیٹیوشن		
78,392.00	مرمت اور مینٹیننس		
160,882.00	خط و کتابت و دیگر کورسز		
67,272.00	امداد میس قرآن کالج		
280,457.78	دیگر اخراجات		
1,430,646.71	آمدنی منہا اخراجات		
4,116,607.55		4,116,607.55	

صدرِ مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن اور امیر تنظیمِ اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد

کی علمی و فکری اور دعوتی و تحریکی کاوشوں کا نچوڑ

۲۸۰ صفحات پر مشتمل ایک اہم علمی دستاویز جس میں عملی خطوط کی نشاندہی بھی موجود ہے

دعوت رجوع اِلی القرآن

کا منظر و پس منظر

ضرور مطالعہ کیجئے ـــــ دُوسروں تک پہنچایئے

▪ سفید کاغذ ▪ عمدہ کتابت ▪ دیدہ زیب طباعت ▪ قیمت مجلّد -/۶۵ روپے ▪ غیر مجلّد -/۵۰ روپے

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

اور

اس کی منسلک انجمن ہائے خدام القرآن

کے

قیام کے اغراض و مقاصد

1 ـــ عربی زبان کی تعلیم و ترویج

2 ـــ قرآن مجید کے مطالعے کی عام ترغیب و تشویق

3 ـــ علوم قرآنی کی عمومی نشر و اشاعت

4 ـــ ایسے نوجوانوں کی مناسب تعلیم و تربیت جو تعلیم و تعلّم قرآن کو مقصد زندگی بنالیں

اور

5 ـــ ایک ایسی **"قرآن اکیڈمی"** کا قیام جو قرآن حکیم کے فلسفہ و حکمت کو وقت کی اعلیٰ ترین علمی سطح پر پیش کر سکے۔